حکایاتِ سعدی

دلچسپ و نصیحت آموز

ہاشمی

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U74437
297.5
S36H

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U74437

حکایاتِ سعدی

دلچسپ و نصیحت آموز

مرتبہ

طالب ہاشمی

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

CENTRAL LIBRARY

19-9-2000

© اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

cat 9

کتاب کا نام : حکایات سعدی

بار اول : ۱۹۹۴ء

طابع : ٹی صابرہ

مطبع : روبی پرنٹنگ پریس

زر تعاون ۳۶/- روپے

74437

JAMIA HAMDARD LIBRARY New Delhi

398.22
S3GH

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۷۸۱، حوض سوئی والان، نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۲

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۷	پیش لفظ	
۲۱	مختصر سوانح حیات سعدی شیرازیؒ	
۲۸	حمد باری تعالیٰ	
۳۰	نعت سرور کائناتؐ	
۳۱	مناجات سعدیؒ	
۳۳	پہلا باب (آداب حکومت)	
۳۳	ملک صالح ایوبی اور دو درویش	۱
۳۴	سلطان محمود کی مردم شناسی	۲
۳۵	ہارون الرشید کی بیٹے کو نصیحت	۳
۳۶	ایک بزرگ اور ظالم بادشاہ	۴
۳۷	بادشاہی دردسر ہے	۵

۶ عظیم فتوحات کا راز ۳۸
۷ دو بھائیوں کی سرگذشت ۳۸
۸ نیک نام سے بڑھ کر کوئی قلعہ مضبوط نہیں ۴۰
۹ شیر اور سیاہ گوش ۴۱
۱۰ کسی کا برا نہ چاہو ۴۱
۱۱ حسد کا علاج صرف موت ہے ۴۲
۱۲ حجاج بن یوسف اور ایک خدا رسیدہ بزرگ ۴۳
۱۳ خوب سیرتی خوبصورتی سے بہتر ہے ۴۴
۱۴ آرام کی قدر وہی جانتا ہے جس نے تکلیف اٹھائی ہو ۴۷
۱۵ بری فطرت کا بدلنا محال ہے ۴۸
۱۶ بدی کا بیج بو کر نیکی کی توقع رکھنا حماقت ہے ۵۰
۱۷ غلط روی پر ٹوکنے والا حقیقی خیر خواہ ہے ۵۱
۱۸ ظالم بادشاہ اور حق گو درویش ۵۳
۱۹ دارا اور اس کا چرواہا ۵۵
۲۰ جمشید کا کتبہ ۵۶
۲۱ دنیا کی بجائے آخرت کی فکر کرو ۵۷
۲۲ عابد اور کھوپڑی ۵۷
۲۳ اللہ کے نام پر دیا ہوا موت کے بعد کام آئے گا۔ ۵۸
۲۴ نوشیروانِ عادل کی وصیت ۵۸

۲۵ خسرو پرویز کو شاہ پور کی نصیحت ۵۹
۲۶ ایک منصف مزاج بادشاہ ۶۱
۲۷ شاہ شیراز کو ایک روشن ضمیر بزرگ کی نصیحت ۶۲
۲۸ ملک و دولت کو نہیں بلکہ نیکی کو دوام ہے ۶۳
۲۹ مصلحت آمیز جھوٹ فتنہ انگیز سچ سے بہتر ہے ۶۴
۳۰ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے ۶۴
۳۱ ظالم کے زندہ رہنے سے اس کا مر جانا بہتر ہے ۶۶
۳۲ جو دوسروں پر رحم کرتا ہے خدا اس پر رحم کرتا ہے ۶۶
۳۳ ظالم کی ناؤ ایک دن ڈوب کر رہتی ہے ۶۸
۳۴ ظلم کا بیج نہ بوؤ ۶۹
۳۵ فرمانبرداری ہی میں عظمت ہے ۷۰
۳۶ بے گناہ کو ستانا دائمی عذاب کو دعوت دینا ہے ۷۱
۳۷ ظلم کا گناہ قیامت تک پیچھا نہیں چھوڑتا ۷۲
دوسرا باب (احسان) ۷۴
۳۸ جو بندوں پر رحم کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے ۷۴
۳۹ جس نے یتیم کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا ۷۵
۴۰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ایک گبر ۷۶
۴۱ احسان بہت بڑی عبادت ہے ۷۷
۴۲ اللہ اپنی مخلوق سے نیکی کرنے والے کے گناہ معاف کر دیتا ہے ۷۸

۴۳ شیخ شبلیؒ اور ایک چیونٹی ۷۹
۴۴ سائل سے بدسلوکی اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے ۸۰
۴۵ احسان کے ذریعے دلوں کا شکار کرو ۸۲
۴۶ کر بھلا ہو بھلا ۸۳
۴۷ حاتم اور ایک سائل ۸۳
۴۸ حاتم کی بیٹی ۸۴
۴۹ حاتم کا گھوڑا ۸۵
۵۰ حاتم اور شاہ یمن ۸۶
۵۱ جوانمردی بُرے کے ساتھ احسان کرنے میں ہے ۹۰
۵۲ شیر بن کر دوسروں کو کھلاؤ ۹۱
۵۳ بخیل ہمیشہ محروم رہتا ہے ۹۲
۵۴ غریب پڑوسی فاقہ سے ہو تو روزے سے کیا فائدہ ۹۳
۵۵ ایک خدا پرست درویش اور چرب زبان ٹھگ ۹۴
۵۶ محلّے کا دکاندار ۹۵
۵۷ بخیل باپ اور سخی بیٹا ۹۶
۵۸ مبارک ہے وہ زندگی جو دوسروں کے کام آئے ۹۷
۵۹ احسان کا بدلہ احسان ۹۹
۶۰ بخیل کی عبادت اور شیریں کلامی کسی کام کی نہیں ۱۰۱
۶۱ دولت کا صحیح مصرف ۱۰۳

۶۲ نیک بخت اور بد بخت ۱۰۴

۶۳ لوگوں پر کرم کرو اور احسان نہ جتاؤ ۱۰۵

۶۴ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی انگوٹھی ۱۰۶

بخیل کا مال ۱۰۷

تیسرا باب (قناعت) ۱۰۹

۶۵ بد مزاج آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے مرجانا بہتر ہے ۱۰۹

۶۶ ادھار لینے سے عزت گھٹتی ہے ۱۱۰

۶۷ سود کھانے والا اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔ ۱۱۰

۶۸ روزی کے معاملے میں اللہ پر بھروسا رکھو ۱۱۱

۶۹ دوسروں کے تر مال سے گھر کی روکھی سوکھی اچھی ہے ۱۱۱

۷۰ مال فتنے کی جڑ ہے ۱۱۲

۷۱ محبت سے روزی کمانا غلامی کرنے سے بہتر ہے ۱۱۳

۷۲ ایک غیور درویش ۱۱۴

۷۳ خود دار اور غیور آدمی سے بڑھ کر کوئی بلند ہمت نہیں ۱۱۴

۷۴ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے ۱۱۵

۷۵ تندرستی کا راز ۱۱۶

۷۶ علم جاہ و مال سے بہتر ہے ۱۱۷

۷۷ عطائے او بلقائے تو ۱۱۸

۷۸ فقر و فاقہ ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے ۱۱۹

۷۹ دنیا دار آدمی کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا ۱۱۹

۸۰ کم کھانے میں بڑا فائدہ ہے ۱۲۱

۸۱ پاپوش نہ سہی پاؤں تو ہیں ۱۲۲

۸۲ لالچ بری بلا ہے ۱۲۲

۸۳ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے ۱۲۳

۸۴ بندہ شکم نہ بنو ۱۲۴

۸۵ فقر ہے شاہوں کا شاہ ۱۲۵

۸۶ غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں ۱۲۵

۸۷ اندازہ رکھ کر کھاؤ ۱۲۶

۸۸ لالچ ذلت کا باعث ہے ۱۲۷

۸۹ ہوس کا انجام برا ہوتا ہے ۱۲۷

۹۰ سونے کی اینٹ کہاں تک ساتھ دے گی؟ ۱۲۸

چوتھا باب (تواضع اور بردباری) ۱۳۰

۹۱ بلندی چاہتے ہو تو تواضع اختیار کرو ۱۳۱

۹۲ بارش کا قطرہ جو موتی بن گیا ۱۳۲

۹۳ حضرت بایزید بسطامی کا عجز و انکسار ۱۳۲

۹۴ دوسروں کو کتا کاٹتا ہے انسان نہیں ۱۳۲

۹۵ خود پسند محروم رہتا ہے ۱۳۳

۹۶ بدمزاج دکاندار کا شہد بھی کڑوا ہوتا ہے ۱۳۴

۹۷ حضرت عمر فاروق کا انکسار ۱۳۵

۹۸ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ کا انکسار ۱۳۶

پانچواں باب (خاموشی) ۱۳۷

۹۹ اپنے نقصان کو پوشیدہ رکھو ۱۳۷

۱۰۰ اپنے علم و کمال کے دکھاوے سے پرہیز کرو ۱۳۸

۱۰۱ جواب جاہلاں باشد خموشی ۱۳۸

۱۰۲ ایک نادان دانا ۱۳۹

۱۰۳ دوسروں کی بات نہ کاٹو ۱۳۹

۱۰۴ دوسرے کا بھید کبھی ظاہر نہ کرو ۱۴۰

۱۰۵ بد آواز قاری ۱۴۰

۱۰۶ بد آواز موذن ۱۴۱

۱۰۷ بد آواز خطیب ۱۴۲

۱۰۸ سلامتی خاموشی میں ہے ۱۴۲

۱۰۹ اپنی زبان پر قابو رکھو ۱۴۳

۱۱۰ مسواک کرنا منع اور مردہ کا گوشت جائز؟ ۱۴۴

۱۱۱ بلا ضرورت گفتگو کرنے سے خاموشی بھلی ۱۴۵

۱۱۲ بد آواز قوال ۱۴۵

چھٹا باب تربیت ۱۴۸

۱۱۳ تعلیم و تربیت فطری صلاحیت کے بغیر بے اثر ہے ۱۴۸

۱۱۴ علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ۱۴۹

۱۱۵ نسب نہیں بلکہ عمل آخرت میں کام آئے گا ۱۵۰
۱۱۶ استاد کی سختی باپ کی محبت سے بہتر ہے ۱۵۰
۱۱۷ دوسروں پر انگلیاں نہ اٹھاؤ ۱۵۱
۱۱۸ دکھاوے سے پرہیز کرنا چاہیے ۱۵۲
۱۱۹ حکمت لقمان ۱۵۲
۱۲۰ خود غرض نہیں ہونا چاہیے ۱۵۲
۱۲۱ ناصح کے عیب نہ دیکھو اس کی نصیحت پر عمل کرو ۱۵۳
۱۲۲ بری اولاد سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں ۱۵۴
۱۲۳ زیردستوں پر ظلم نہ کرو ۱۵۵
۱۲۴ نفس امارہ سب سے بڑا دشمن ہے ۱۵۶
۱۲۵ کوئی کام کرتے وقت اس کا انجام سوچ لو ۱۵۷
۱۲۶ نام حاجیوں کا کام پاجیوں کا ۱۵۷
۱۲۷ وہ لوگ جن کی غیبت کرنا جائز ہے ۱۵۸
۱۲۸ حاسد کا منہ کالا ۱۵۸
۱۲۹ حاکم کا ایک عیب رعیت کے سو عیوب کے برابر ہے ۱۶۰
۱۳۰ مرشد کامل اور مرید ۱۶۱
۱۳۱ دکھ دینے والے سے لوگ ہمیشہ نفرت کرتے ہیں ۱۶۱
۱۳۲ غریب بہشت میں پہلے جائیں گے ۱۶۲
۱۳۳ جس کا کام اسی کو ساجے ۱۶۲

۱۳۴ ہر انسان کی فطری صلاحیت جُدا جُدا ہے ۱۶۳
۱۳۵ اپنی چادر دیکھ کر پیاں پھیلاؤ ۱۶۴
۱۳۶ دوست کے عیب کی تشہیر نہ کرو ۱۶۵
۱۳۷ دل کمزور ہو تو ظاہری تن و توش بیکار ہے ۱۶۶
۱۳۸ پرائے پھٹے میں ٹانگ نہ اڑاؤ ۱۶۷
۱۳۹ غیبت کرنے والے سے بڑھ کر کوئی بدبخت نہیں ۱۶۸
۱۴۰ غیبت کرنے والے سے بڑھ کر کوئی بد بخت نہیں ۱۶۹
۱۴۱ چغلخور کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھو ۱۶۹
۱۴۲ جو دوسروں کو رسوا کرے گا خود بھی رسوا ہو گا ۱۷۰
۱۴۳ غیبت کرنے والا اپنی عزت گھٹاتا ہے ۱۷۱
۱۴۴ اپنا بھید کسی پر ظاہر نہ کرو ۱۷۲
۱۴۵ برائی کا علاج برائی نہیں ہے ۱۷۳
۱۴۶ مقسوم کے بغیر رزق نہیں ملتا ۱۷۴
۱۴۷ موت سے بھاگنا ناممکن ہے ۱۷۴
۱۴۸ گداگری کیسے ختم ہو سکتی ہے ۱۷۵
۱۴۹ نیکی کا پھل میٹھا ۱۷۵
۱۵۰ دشمن کی موت خوشی کا موقع نہیں ہے ۱۷۶
۱۵۱ اولاد کی تربیت ۱۷۷
۱۵۲ بدحالی میں ہمت نہ ہارو ۱۷۸

۱۵۳ جو بزرگوں کا دامن چھوڑتا ہے روتا ہے ۱۷۸
۱۵۴ بچوں پر بے جا سختی نہ کرو ۱۷۹
۱۵۵ ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے رہو ۱۸۰
ساتواں باب (چند لمحے اہل حق کے ساتھ) ۱۸۱
۱۵۶ شہ جیلانیؒ کی دعا ۱۸۱
۱۵۷ اہل حق دشمنوں کا دل بھی نہیں دکھاتے ۱۸۱
۱۵۸ دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو ۱۸۲
۱۵۹ حضرت ذوالنون مصری ۱۸۳
۱۶۰ پہلوان وہ ہے جو اپنے غصّے پر قابو پالے ۱۸۴
۱۶۱ دشمن کو احسان کی تلوار سے مارنا چاہیئے ۱۸۴
۱۶۲ شاہ و پارسا ۱۸۵
۱۶۳ ایک مردِ حق اور بادشاہِ وقت ۱۸۵
۱۶۴ مردانِ خدا اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے ۱۸۶
۱۶۵ اہل حق اپنی تعریف پسند نہیں کرتے ۱۸۷
۱۶۶ اہل حق مصیبت کو گناہ پر ترجیح دیتے ہیں ۱۸۸
۱۶۷ پلنگ سوار ۱۸۸
۱۶۸ اولیاء اللہ صرف اللہ پر بھروسا کرتے ہیں ۱۸۸
۱۶۹ خدا دوست درویش ۱۹۰
۱۷۰ فقیروں کی گدڑی ۱۹۱
درویش لوگوں کی نکتہ چینی سے نہیں ڈرتے ۱۹۲

۱۷۱ حاتم اصم کا بہرہ پن	۱۹۳
۱۷۲ ایک پارسا اور بدمست گویا	۱۹۴
۱۷۳ حضرت ذوالنون مصری اور خشک سالی	۱۹۵
۱۷۴ اہل خرد مار کھا کر بھی مہربانی کرتے ہیں	۱۹۶
۱۷۵ حضرت معروف کرخیؒ اور ایک مسافر	۱۹۶
۱۷۶ مردانِ خدا اپنے آپ کو سب سے بُرا جانتے ہیں	۱۹۸
۱۷۷ نیک فطرت آدمی بُروں کو بھی اچھا سمجھتا ہے	۱۹۹
۱۷۸ حضرت جنید بغدادی اور بیمار کتّا	۲۰۰
۱۷۹ حضرت لقمان کی عالی ظرفی	۲۰۱
آٹھواں باب (متفرق حکایات)	۲۰۲
۱۸۰ جائے استاد خالیست	۲۰۲
۱۸۱ جنتی بادشاہ اور دوزخی درویش	۲۰۴
۱۸۲ حُسنِ طلب	۲۰۵
۱۸۳ لوگوں سے پیچھا چھڑانے کی ترکیب	۲۰۵
۱۸۴ بھڑوں سے ہمدردی کا نتیجہ	۲۰۵
۱۸۵ گدھا اور چیل	۲۰۶
۱۸۶ چشمِ بد کا علاج	۲۰۷
۱۸۷ ناخلف بیٹا	۲۰۸
۱۸۸ ایک طبیب اور مریض	۲۰۹

۱۸۹ موت کو سختی اور آرام سے کچھ تعلق نہیں	۲۰۹
۱۹۰ ٹیڑھی کمر	۲۱۰
۱۹۱ عیالداری	۲۱۱
۱۹۲ ہر کام میں اعتدال مناسب ہے	۲۱۱
۱۹۳ ایک پہلوان کی سرگذشت	۲۱۲
۱۹۴ بڑھاپے کی شادی	۲۲۰
۱۹۵ سخاوت اور شجاعت	۲۲۱
۱۹۶ بدصورت بیوی اور اندھا خاوند	۲۲۱
۱۹۷ زاہدوں کی تلاش	۲۲۲
۱۹۸ بچہ شتر	۲۲۳
۱۹۹ رزق کا انحصار عقل پر نہیں ہے	۲۲۳
۲۰۰ چوری سے گداگری بھلی ۔	۲۲۴
۲۰۱ بخیل کا مال	۲۲۴
۲۰۲ غریب کی آہ	۲۲۴
۲۰۳ خدا برے پڑوسی سے بچائے	۲۲۵
۲۰۴ نجومیوں پر اعتبار نہ کرو	۲۲۶
۲۰۵ بھوکے کے لیے روٹی ہی سب کچھ ہے	۲۲۶
۲۰۶ خود غرضی بہت بڑا گناہ ہے	۲۲۷
۲۰۷ احسان فراموشی کی سزا	۲۲۷

۲۰۸ زبان دراز بیوی ۲۲۸
۲۰۹ جگنو اور آفتاب ۲۲۹
۲۱۰ تصوف کی حقیقت ۲۳۰
۲۱۱ نظرِ حقارت ۲۳۰
۲۱۲ حقیقی دوستی ۲۳۱
۲۱۳ اثر کے لیے دل چاہیے ۲۳۲
۲۱۴ عالم اور تارک الدنیا درویش ۲۳۳
۲۱۵ گدڑی میں لعل ۲۳۴
۲۱۶ حسد سے بدبختی دور نہیں ہوتی ۲۳۵
۲۱۷ بے عمل عالم ۲۳۵
۲۱۸ درویش کی دعا ۲۳۶
۲۱۹ پوچھنے میں ذلت نہیں ۲۳۶
۲۲۰ قیامت کے دن حسب ونسب نہیں پوچھا جائے گا ۲۳۶
۲۲۱ بھوکے کے لیے سوکھی روٹی بھی نعمت ہے ۲۳۶
۲۲۲ یہ عبرت کی جاتی ہے تماشہ نہیں ہے ۲۳۷
۲۲۳ دکھ اور سکھ عزت اور ذلت سب اللہ کی طرف سے ہیں ۲۳۸
۲۲۴ اللہ کے عفو کی کوئی حد و حساب نہیں ۲۳۹
۲۲۵ کسی کی شکل وصورت پر طعنہ زنی نہ کرو ۲۳۹

۲۶ مخلوق کی بجائے اللہ کے سامنے شرمسار ہونا چاہیے ۲۴۰

نواں باب (بکھرے موتی (داناۓ مشرق کے اقوال زریں) ۲۴۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

دنیا میں جن کتابوں نے شہرتِ عام اور بقائے دوام کے دربار میں جگہ حاصل کی ان میں دانائے مشرق شیخ سعدیؒ کی "گلستان" اور بوستان کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر خطہ زمین کے اہل علم بلا تخصیص مذہب و ملت، ان کتابوں کی عظمت کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور کسی رد و قدح کے بغیر ان کو دنیا کی عظیم ترین کتابوں میں شمار کرتے ہیں۔ دنیا کی کوئی زندہ قوم ایسی نہیں جس نے ان کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ نہ کیا ہو۔ مولانا الطاف حسین حالیؒ نے حیاتِ سعدیؒ میں ان کتابوں کی بے پناہ مقبولیت کا نہایت عمدہ تجزیہ کیا ہے لکھتے ہیں:۔

فارسی زبان میں کوئی کتاب ان سے زیادہ مقبول اور مطبوع خاص و عام نہیں۔ ایران، ترکستان، تاتار، افغانستان اور ہندوستان* میں ان

---

* یہ تحریر آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر کی ہے۔ اب اس فہرست میں پاکستان کا اضافہ کر لینا چاہیے۔

دونوں کتابوں کی تعلیم ساڑھے چھ سو برس سے برابر جاری ہے۔ بچپن میں ان کتابوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے اور بڑھاپے تک مطالعہ کا شوق رہتا ہے۔ لاکھوں استادوں نے انہیں پڑھایا اور کروڑوں شاگردوں نے انہیں پڑھا۔ ان کے بیشمار نسخے خوشنویسوں کے قلم سے لکھے گئے، اور بے انتہا اڈیشن لوہے اور پتھر پر چھاپے گئے۔ مشرق اور مغرب کی اکثر زبانوں میں ان کے ترجمے ہوئے۔ مشائخ اور علماء نے ان کی عزت کی بادشاہوں نے ان کو سلطنت کا دستور عمل بنایا۔ منشیوں اور شاعروں نے ان کی فصاحت اور بلاغت کے آگے سر جھکایا اور ان کے تتبع سے عاجز رہنے کا اقرار کیا۔ ان کا نام جس طرح ایشیا میں مشہور ہے اسی طرح یورپ میں بھی عزت سے لیا جاتا ہے۔"

فی الحقیقت گلستاں اور بوستان نے صدیوں تک لوگوں کی سیرت اور اخلاق کو پاکیزہ سانچوں میں ڈھالنے کے لیے ایسا کام کیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب تک یہ کتابیں ہمارے نصابِ تعلیم میں شامل رہیں۔ طلبہ کی تعلیمی اور اخلاقی حالت نہایت بلند بلکہ مثالی ہوتی تھی جب سے ان کی جگہ بائرن اور براؤننگ وغیرہ کے خرافات نے لی ہے۔ روحانی اور اخلاقی اقدار کے بارے میں طلبہ کا زاویۂ نگاہ ہی تبدیل ہو گیا ہے۔

گلستان اور بوستان میں سعدی نے حکایات کے پردے میں ایسے جادو اثر اور دلآویز پیرائے میں درس اخلاق دیا ہے کہ بے اختیار سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔ بوستان کی اخلاقی شاعری کی مثالیں تو بعض

دوسرے شعراء رومی سنائی۔ عطارؒ اوحدی وغیرہ کے ہاں بھی مل جاتی ہیں لیکن گلستان کی نثر کا تمام فارسی ادب میں جواب نہیں ہے۔ یہ اپنی سادگی اور پرکاری۔ فصاحت وبلاغت، لطفِ ادا اور حسنِ بیان میں سہل ممتنع کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہی اوصاف کی بنا پر آج تک فارسی نثر کی کوئی کتاب گلستان کے برابر مقبول نہیں ہوئی ہے۔

"بوستان" اور "گلستان" دونوں کے لفظی معنی باغ کے ہیں۔ یہ کتابیں فی الحقیقت ایسے باغ ہیں جن کا سبزہ سدہ بہار اور روح افزا ہے اور جن کے رنگ برنگ پھولوں کی دلآویز خوشبو مشامِ جان کو معطر کرتی ہے زیرِ نظر کتاب میں ہم نے ان دونوں عظیم کتابوں کی چیدہ چیدہ حکایات، ضرب الامثال اور اقوال کو عام فہم اردو کا لباس پہنا کر پیش کیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ (بقول ڈاکٹر غلام جیلانی برق) "سعدی کا ترجمہ آسان نہیں اس کا مفہوم تو ادا ہو سکتا ہے لیکن اس کی فصاحت، سلاست۔ موسیقی ترنم اور مسجع بندی کو اردو میں منتقل کرنا محال ہے"۔ (دانش رومی و سعدی)۔

آپ جو کچھ اس کتاب میں پڑھیں گے اسے آپ سعدی کے اسباقِ اخلاق کا مفہوم ہی سمجھئے ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ ہم ان کا مفہوم سمجھنے یا بیان کرنے میں ٹھوکر کھا گئے ہوں۔ اس صورت میں اگر قارئین کرام ہماری لغزش سے ناشرین کو مطلع فرما دیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں مناسب تصحیح کر دی جائے گی۔ ہماری دعا ہے کہ ملت اسلامیہ

کے زیادہ سے زیادہ لوگ اس کتاب سے منتفیض ہوں اور اللہ تعالیٰ
ہماری اس سعی کو مشکور فرمائے والسلام

طالب ہاشمی

مختصر سوانح حیات

دانائے مشرق بلبلِ شیرازیہ شیخ سعدیؒ

نام :۔ باختلافِ روایت شرف الدین یا مشرف الدین تھا۔

لقب :۔ مصلح الدین اور تخلص سعدی تھا

جائے ولادت | باختلاف روایت شیراز یا طوس ہے (طوس شیراز سے چار فرسنگ کی مسافت پر ایک مشہور قصبہ تھا)

سالِ ولادت | سالِ ولادت کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے مختلف روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ۵۷۱ھ اور ۶۰۶ھ کے درمیان کسی سال پیدا ہوئے۔

خاندان | شیخ سعدیؒ سادات کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو ان کی ولادت سے مدتوں پہلے مکہ سے ہجرت کر کے شیراز میں آبسا تھا والد کا نام شیخ عبداللہ شیرازی تھا جو ایک عالمِ باعمل اور صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ ماں کا نام بعض مورخین نے فاطمہ لکھا ہے وہ بھی بڑی عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔

بچپن | شیخ نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں ہر طرف دینداری

کا چرچا تھا اور ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں صوفی باصفا والد نے ان کی تربیت نہایت اہتمام سے کی ۔ چنانچہ چھوٹی سی عمر میں ہی انہیں تمام ضروری دینی مسائل یاد ہو گئے اور عبادت شب بیداری اور تلاوتِ کلامِ پاک کا کمال شوق پیدا ہو گیا ۔ تھوڑی ہی مدت میں انھوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا ۔ والد کی کڑی نگرانی اور خاص توجہ کا یہ اثر ہوا کہ سنِ بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی وہ نہایت اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک بن گئے اور ان کی سلیقہ مندی ، زہد و اتقا ، ذہانت اور دانشمندی کا ہر طرف چرچا ہونے لگا ۔ اس دوران میں شیخ اپنے والد کے مرشد حضرت مصلح الدین سے بھی فیض یاب ہوئے ۔ اور زہد و عبادت اور صلاح و تقویٰ کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا ۔ اپنے والد اور حضرت مصلح الدینؒ سے شیخ نے تفسیر فقہ حدیث اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں ۔ ابھی شیخ نے عمر کی گیارہ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور ان کی پرورش اور تعلیم کا بوجھ ماں کے کندھوں پر آ پڑا بوستان میں سعدی نے اپنی یتیمی کا نقشہ ان اشعار میں کھینچا ہے

مرا باشد از درد طفلان خبر
کہ در طفلی از سر گذشتم پدر
من آنگہ سر تاجور داشتم
کہ سر در کنار پدر داشتم

(یتیموں کے دکھ میں اچھی طرح جانتا ہوں کیونکہ میں بھی بچپن میں ستائے

پدری سے محروم ہو گیا تھا۔ جب تک میرا سر باپ کی آغوش میں رہا میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا تھا)

ایک روایت میں ہے کہ سعدیؒ نے اپنا پہلا سفرِ حج اپنے والدین کی معیت میں کیا۔ حج سے واپسی پر ان کے والد نے وفات پائی۔

تعلیم

شیخ نے ہوش سنبھالا تو شیراز میں علماء و فضلاء کا ہجوم تھا۔ لیکن ملک طوائف الملوکی کا شکار تھا اور تاج و تخت کے دعویداروں میں آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ سعدیؒ کا حساس دل اس ماحول سے اچاٹ ہو گیا اور انھوں نے بغداد کے لیے رختِ سفر باندھا۔ بغداد ان دنوں علوم و فنون کا مرکز تھا اور وہاں عالمِ اسلام کی سب سے بڑی درسگاہ "مدرسہ نظامیہ" نے اپنی عظمت اور شہرت کے جھنڈے گاڑ رکھے تھے۔ سعدی ایک طویل اور پُر صعوبت سفر کے بعد بغداد پہنچے اور "مدرسہ نظامیہ" میں داخل ہو گئے۔ کئی سال کے بعد جب وہ یہاں سے فارغ التحصیل ہوئے تو قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، ریاضی اور کئی دوسرے علوم پر پورا عبور حاصل کر چکے تھے اور کئی اجنبی زبانوں میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی۔ بغداد کے قیام کے دوران میں انھوں نے امام ابن جوزی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جیسے سرآمدِ روزگار بزرگوں سے بھی استفاضہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔ اور ان کی معیت میں حج بیت اللہ بھی کیا۔

طویل سیاحت

تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر شیخ سعدیؒ نے سیاحت پر کمر باندھی۔

سعدیؒ کا بغداد میں کتنے سال قیام رہا وہ وہاں سے کس سال نکلے اور کتنا عرصہ سیاحت میں گذارا۔ مؤرّخین نے اس کی تصریح نہیں کی۔ تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ ایشیا اور افریقہ کے مختلف ملکوں کی سیر و سیاحت میں بسر کیا۔ گلستانؔ اور بوستانؔ میں شیخ نے متعدد ایسے بلاد و امصار کا ذکر کیا ہے جہاں جہاں وہ گئے۔ انھوں نے اپنی ہمہ گیر طویل سیاحت کی طرف ان اشعار میں اشارہ کیا ہے

در اقصائے عالم بگشتم بسے
بسر بردم ایّام باہر کسے
تمتّع ز ہر گوشۂ یافتم
ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

(میں دنیا کے اطراف میں بہت گھوما۔ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ میں نے زمانہ گزارا۔ میں نے ہر گوشہ سے فائدہ اٹھایا اور ہر انبار سے خوشا چنا) کہا جاتا ہے کہ مشرقی سیاحوں میں ابن بطوطہ کے سوا شیخ سعدی سے بڑھ کر اور کوئی سیّاح نہیں۔ انھوں نے عراق، عمان، عرب، مصر، شام، فلسطین، یمن، برکوچک ہند و پاکستان، آرمینیا، بربر، حبش، طرابلس اکثر ممالک توران تاتار۔ چین کا شغر دیلم جملہ ممالک ایران رود بار، خراسان وغیرہ کی سیر کی اور بصرہ، کوفہ، بیت المقدس دمشق

دیار بکر۔ حلب حمص بعلبک اور اقصائے روم کے شہروں میں عرصہ تک ان کی آمد و رفت رہی۔ انھوں نے کئی بحری سفر بھی کئے۔ چنانچہ بحیرہ روم، بحیرہ قلزم، بحیرہ عرب، بحر ہند، بحر عمان اور خلیج فارس کے متعدد سفران کی اپنی تحریروں اور کلام سے ثابت ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے یورپ کے کئی ملکوں کا سفر بھی کیا۔ شیخؒ نے اپنی زندگی میں چودہ حج پاپیادہ کیے، اور سیاحت کے دوران میں بڑی صعوبتیں اٹھائیں۔ گلستان اور بوستاں میں انھوں نے متعدد دلچسپ واقعات بیان کیے جو ان کے دورانِ سیاحت میں پیش آئے شیخ نے یہ واقعات بیان کر کے ان سے نہایت مفید اور دور رس نتائج اخذ کئے ہیں۔

وطن کو واپسی جن دنوں شیخ سعدیؒ اپنی طویل سیاحت میں مشغول تھے۔ ان کا وطن ایک خوشگوار انقلاب سے ہمکنار ہو گیا تھا۔ والیٔ شیراز سعد زنگی کی وفات (۶۲۳ھ ہجری) کے بعد اس کے بعد اس کا بیٹا قتلغ خان ابوبکر تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے حسن تدبیر اور دانشمندی سے طوائف الملوکی اور بدامنی کا یکسر خاتمہ کر دیا اور ملک کو وادیٔ ایمن بنا دیا۔ شیراز ایک بار پھر علماء و زہاد کا مرکز بن گیا مدرسے خانقاہیں اور مسجدیں آباد ہو گئیں اور ہر طرف چہل پہل ہو گئی۔ ابوبکر بن سعد کی تخت نشینی کے بتیس برس کے بعد ۶۵۸ھ میں شیخ سعدیؒ وطن واپس پہنچے۔ اور باقی عمر شیراز میں گذار دی۔ اس عرصہ میں ان کی

زندگی درویشانہ رہی چنانچہ وہ ایک صوفی باصفا کی حیثیت سے اہل شیراز کا مرجع عقیدت بن گئے آج بھی ان کا شمار صوفیہ کبار میں ہوتا ہے۔

متاہل زندگی گلستان اور بوستان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے اپنی زندگی میں دو نکاح کئے۔ پہلا نکاح حلب میں ایک رئیس زادی سے ہوا۔ اور دوسرا صنعاء (یمن) میں ہوا۔ اس بیوی سے ان کی اولاد بھی ہوئی لیکن بچپن ہی میں وفات پاگئی۔ اس سے زیادہ حالات ان کی متاہلی زندگی کے بارے میں نہیں ملتے۔

وفات شیخ نے زندگی کے آخری دنوں میں شیراز سے باہر ایک زاویہ بنوالیا تھا۔ رات دن وہیں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ بادشاہ امراء اور دوسرے لوگ اسی جگہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور بقدر ظرف فیض یاب ہوتے تھے۔ اسی زاویہ میں شیخ نے ۶۹۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مزار سعدیؒ شیخ کا مزار "مقام دلکشا" سے کچھ فاصلہ پر پہاڑ کے دامن میں ایک بہت بڑی مربع عمارت میں ہے۔ یہ مقام "سعدیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل شیراز ہفتہ میں ایک دن وہاں جاتے ہیں اور مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

تصانیف مختلف تذکروں میں شیخ سعدیؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ گلستان

۲۔ بوستان

۳۔ کریما

۴۔ دیوان غزلیات (تین جلدوں میں)

۵۔ مجموعہ قطعات و رباعیات

۶۔ قصائد عربی و فارسی

۷۔ تاریخ عباسیہ یا تاریخ بغداد (آٹھ جلدوں میں)

۸۔ جزائر افریقیہ چار جلدوں میں

۹۔ کتاب ہیئت

۱۰۔ تصوف میں چند رسائل

ان کتابوں میں گلستان اور بوستان نے بے مثال شہرت اور مقبولیت حاصل کی۔ اور دنیا بھر کے دانشوروں نے اپنے سر سعدیؒ کی عظمت کے سامنے جھکا دیئے۔ مشرق اور مغرب کے بیسیوں مصنفین نے شیخ سعدیؒ کے حالاتِ زندگی قلم بند کئے ہیں۔ ان میں سے حالی، شبلی، مرزا حیرت، براؤن، ٹی جانسٹن اور رضا زادہ شفق قابلِ ذکر ہیں۔ شیخ سعدیؒ کو نظم اور نثر دونوں میں اپنے فن کا امام تسلیم کیا جاتا ہے۔

حمد باری تعالیٰ

(سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

بنام جہاں دار جاں آفریں　　حکیمے سخن بر زباں آفریں

(جہاں کو باقی رکھنے والے اور جان کو پیدا کرنے والے خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو ایسا داتا ہے کہ زبان میں قوت گوئی پیدا کرتا ہے۔)

خداوند بخشندۂ دستگیر　　کریم خطا بخش و پوزش پذیر

جو مالک بخشنے والا مددگار ہے۔ جو سخی، گناہ معاف کرنے والا اور عذر قبول کرنے والا ہے۔

عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

ایسا عزت کرنے والا ہے کہ جس نے اس کے در سے روگردانی کی پھر جس در پر گیا کچھ عزت نہ پائی۔

سر پادشاہان گردن فراز　　بدرگاہ او بر زمینِ نیاز

اکڑی ہوئی گردن والے بادشاہوں کے سر اس کی بارگاہ میں عاجزی کی زمین پر ہیں۔

نہ گردن کشاں را بگیرد بفور　　نہ عذر آوراں را براند بجور

متکبروں کو فوری گرفت نہیں کرتا۔ نہ معافی چاہنے والوں کو ظلم سے بھگاتا۔

دگر خشم گیرد بکردار زشت　　چو باز آمدی ماجرا در نوشت

اگر برے کام سے ناراض ہوتا ہے جب تو اس سے باز آجائے تو گذشتہ کو معاف کر دیتا ہے۔

دو کونش یکے قطرہ در بحر علم　　گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم

دونوں جہان اس کے علم کے سمندر میں ایک قطرہ ہیں وہ گناہ دیکھتا ہے اور اپنے حلم سے پردہ پوشی کرتا ہے۔

مرا در را رسد کبریاؤ منی   کہ ملکش قدیمست و ذاتش غنی

اسی کو بڑائی اور خودی سزاوار ہے کہ اس کا ملک قدیم اور اس کی ذات بے نیاز ہے۔

یکے را بسر بر نہد تاجِ بخت   یکے را بخاک اندر آرز و تخت

کسی کے سر پر خوش بختی کا تاج رکھتا ہے کسی کو تخت شاہی سے اتار کر خاک میں ملا دیتا ہے۔

بشر ماورائے جلالش نیافت   بصر منتہائے جمالش نیافت

انسان اس کی جلالی صفات کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے نگاہ اس کے جمال کی انتہا کا احاطہ نہ کر سکی۔ (ماخوذ از بوستاں)

نعت سرورِ کائنات (صلعم)

(سعدیؒ)

کریم السجایا جمیل الشیم　　نبی البرایا شفیع الامم

شریف عادتوں والے اور عمدہ خصلتوں والے خلائق کے نبی امتوں کے شفاعت کرنے والے

امامِ رُسل پیشوائے سبیل　　امین خدا مہبط جبرئیل

رسولوں کے امام راستے کے راہنما خدا کے امین جبرائیل کے اترنے کی جگہ

شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر　　امام الہدیٰ صدر دیوان حشر

مخلوق کی شفاعت کرنے والے یوم حشر و نشر کے سردار ہدایت کے امام قیامت کی عدالت گاہ کے صدر

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست　　ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست

ایسے کلام کرنے والے کہ آسمان آپ کا طور ہے۔ تمام نور ان ہی کے نور کا سایہ ہیں۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　کتب خانۂ چند ملت بشست

ایسے یتیم کہ کبھی مکتب میں قرآن پڑھے بغیر کتنے مذہبوں (اقوام) کے کتب خانے دھو ڈالے۔

چہ نعتِ پسندیدہ گویم ترا　　علیک السلام اے نبیِّ الوریٰ

میں آپ کی پسندیدہ تعریف کیا کروں اے مخلوق کے نبی آپ پر سلام ہو

درودِ ملک بر روانِ تو باد　　بر اصحاب و بر پیروانِ تو باد

اللہ کا درود آپ کی روح اقدس پر نازل ہو آپ کے اصحاب اور پیروی کرنے والے پر ہو

(ماخوذ از بوستان)

مناجاتِ سعدیؒ

خدایا بحق بنی فاطمہ | کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول | من و دست و دامان آلِ رسولؐ

(الٰہی فاطمہؓ کی اولاد کے طفیل ایمان کے قول پر میرا خاتمہ کر۔ خواہ تو میری دعا قبول کرے یا رد، میں ہوں اور میرا ہاتھ اور آلِ رسول کا دامن) (بوستان)

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما | کہ ہستم اسیر کمندِ ہوا
نداریم غیر از تو فریاد رس | تو عاصیاں را خطا بخش و بس
نگاہ دار مارا ز راہِ خطا | خطا در گذار و صوابم نما

(اے رب کریم میرے حال پر رحم فرما کہ میں نفس کی قید میں گرفتار ہوں۔ تیرے سوا میری فریاد سننے والا کوئی نہیں تو ہی گنہگاروں کی خطائیں بخشنے والا ہے گناہوں کے راستہ سے ہم کو بچا ہماری خطا سے درگزر کر اور سیدھا راستہ دکھا)

نعت سرورِ کائنات (صلعم)

(سعدیؒ)

کریم السجایا جمیل الشیم نبی البرایا شفیع الامم

شریف عادتوں والے اور عمدہ خصلتوں والے خلائق کے نبی امتوں کے شفاعت کرنے والے

امام رسل پیشوائے سبیل امین خدا مہبط جبرئیل

رسولوں کے امام راستے کے راہنما خدا کے امین جبرائیل کے اترنے کی جگہ

شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر امام الہدیٰ صدر دیوان حشر

مخلوق کی شفاعت کرنے والے یوم حشر و نشر کے سردار ہدایت کے امام قیامت کی عدالت گاہ کے صدر

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست

ایسے کلام کرنے والے کہ آسمان آپ کا طور ہے۔ تمام نور ان ہی کے نور کا سایہ ہیں۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانہ چند ملت بشست

ایسے یتیم کہ کبھی مکتب میں قرآن پڑھے بغیر کتنے مذہبوں (اقوام) کے کتب خانے دھو ڈالے۔

چہ نعتِ پسندیدہ گویم ترا علیک السلام اے نبیؐ الورا

میں آپ کی پسندیدہ تعریف کیا کروں اے مخلوق کے نبی آپ پر سلام ہو

درودِ ملک بر روانِ تو باد بر اصحاب و بر پیروانِ تو باد

اللہ کا درود آپ کی روح اقدس پر نازل ہو آپ کے اصحاب اور پیروی کرنے والے پر ہو

(ماخوذ از بوستان)

مناجاتِ سعدیؒ

خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول — من و دست و دامان آلِ رسولؐ

(الٰہی فاطمہؓ کی اولاد کے طفیل ایمان کے قول پر میرا خاتمہ کر۔ خواہ تو میری دعا قبول کرے یا رد، میں ہوں اور میرا ہاتھ اور آلِ رسول کا دامن) (بوستان)

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما — کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا
نداریم غیر از تو فریاد رس — تو عاصیاں را خطا بخش و بس
نگاہ دار مارا ز راہِ خطا — خطا در گذار و صوابم نما

(اے رب کریم میرے حال پر رحم فرما کہ میں نفس کی قید میں گرفتار ہوں۔ تیرے سوا میری فریاد سننے والا کوئی نہیں تو ہی گنہگاروں کی خطائیں بخشنے والا ہے گناہوں کے راستہ سے ہم کو بچا ہماری خطا سے درگزر کر اور سیدھا راستہ دکھا)

پہلا باب

آدابِ حکومت

ملک صالح ایوبی اور دو درویش

شام کے بادشاہ الملک الصالح ایوبی کی عادت تھی کہ وہ رات کو بھیس بدل کر شہر کی گشت کیا کرتا تھا تاکہ لوگوں کے دکھ درد خود معلوم کر سکے۔ ایک رات وہ حسب معمول شہر میں گھوم رہا تھا کہ اس نے مسجد میں درویشوں کو دیکھا جو ایک کونے میں بیٹھے سردی سے ٹھٹھر رہے تھے اور بادشاہ کو کوس رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا یہ متکبر بادشاہ خود تو عیش کر رہا ہے اور ہم غریب زمانے کی سختیاں جھیل رہے ہیں اگر آخرت میں بھی اس بادشاہ کو بہشت میں جگہ ملی تو میں بہشت پر اپنی قبر کو ترجیح دوں گا۔ دوسرا کہنے لگا اگر ملک صالح بہشت کی دیوار کے قریب بھی آئے گا تو میں جوتے مار مار کر اس کا سر پھوڑ ڈالوں گا۔ بادشاہ ان کی باتیں سن کر چپکے سے واپس آگیا

صبح ہوئی تو اس نے دونوں درویشوں کو دربار میں طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور پھر ان کو اتنا کچھ دیا کہ عمر بھر کے لیے فکر معاش سے آزاد ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بادشاہ سے عرض کی کہ جہاں پناہ ہم خادموں کا آپ کو کیا پسند آیا کہ اس قدر الطاف و اکرام کے مستحق ٹھہرائے گئے۔ بادشاہ ہنس پڑا اور کہا ؎

من امروز کردم در صلح باز
تو فردا مکن در بروئیم فراز

میں نے آج تم سے صلح کرلی ہے۔ امید ہے کہ کل تم مجھ پر جنت کا دروازہ بند نہیں کروگے۔

سلطان محمودؒ کی مردم شناسی

سلطان محمود غزنویؒ اپنے غلام ایاز پر اس قدر مہربان تھا کہ اسے اپنا وزیر بنا لیا۔ دوسرے درباری حسد کے مارے انگاروں پر لوٹنے لگے اور ایاز کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ سلطان کے کان میں ان باتوں کی بھنک پڑی تو اس نے کہا کہ ان کو ایاز کی خوبیاں معلوم نہیں ہیں۔ چند دنوں بعد سلطان، ایاز اور دوسرے ارکان دولت کے ساتھ کسی جگہ روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے موتیوں کا صندوق گھوڑے سے گرا دیا۔ صندوق ٹوٹ گیا اور سارے موتی زمین پر بکھر گئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ جس کا جی چاہے یہ موتی لوٹ لے پھر وہاں سے فوراً اپنی سواری ہنکا دی۔ تمام درباری موتیوں

کو لوٹنے میں مشغول ہو گئے اور سلطان سے جدا ہو گئے لیکن ایاز نے موتیوں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا اور سلطان کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اب ان حاسدوں کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ سلطان ایاز کو کیوں محبوب رکھتا ہے۔

ہارون الرشید کی بیٹے کو نصیحت

ایک دفعہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔ ہارون الرشید نے ارکانِ دولت سے پوچھا کہ ایسے آدمی کو کیا سزا دینی چاہیے۔ ایک نے زبان کاٹنے کی رائے دی اور ایک دوسرے نے جائداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی اور ایک نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔ ہارون الرشید نے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے بیٹے اگر تو اسے معاف کر دے تو تیری مہربانی ہے اور اگر نہیں کر سکتا تو تو بھی اس کو ماں کی گالی دے لے۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہو گا اور دوسرے کی طرف سے دعویٰ۔ ؎

نہ مردست آں بنزدیک خردمند ... کہ باپیل دماں پیکار جوید
بلے مرد آنکس ست از روئے تحقیق ... کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

عقل مند کے نزدیک مرد وہ نہیں ہے جو مست ہاتھی سے لڑے۔ ہاں تحقیق کی رو سے مرد وہ ہے کہ جب اس کو غصہ آئے تو واہی تباہی نہ بکے۔

ایک بزرگ اور ظالم بادشاہ

عجم کا ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا۔ رعیت پر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا۔ اور بے شمار لوگوں کو قید میں ڈال رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے بدن پر ایک موذی پھوڑا نکل آیا جو کسی طرح ٹھیک ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اس کی تکلیف سے بادشاہ سوکھ کر کانٹا بن گیا۔ ایک درباری نے اس کو بتایا کہ جہاں پناہ اس شہر میں ایک خدارسیدہ بزرگ ہیں ان کی دعا سے بگڑے کام بن جاتے ہیں۔ اگر آپ ان سے دعا کرائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔ بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا اور دعا کے لیے درخواست کی انہوں نے بادشاہ کو خشمناک ہو کر کہا کہ اے بادشاہ میری دعا تیرے لیے کب مفید ہو گی جب کہ بے گناہ لوگ تیرے ہاتھوں قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور ان کی بد دعائیں تیرا پیچھا کر رہی ہیں۔ جب تک تو ان مظلوموں پر رحم نہیں کرے گا خدا تجھ پر رحم نہیں کرے گا۔ بادشاہ پر بزرگ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا اور اس نے حکم دیا کہ سب قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ جب سب لوگ رہا ہو گئے تو اللہ کے اس نیک بندے نے بارگاہِ الٰہی میں نہایت عاجزی سے دعا کی کہ الٰہی تو نے اس کو نافرمانی میں پکڑا اب اس نے اطاعت اختیار کی ہے تو تُو بھی اس پر رحم فرما۔ ابھی ان کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو شفا دے دی۔ اس نے حکم دیا کہ ان کے سر پر زروجواہر نچھاور کیے جائیں۔ بزرگ نے زروجواہر پر ٹھوکر مار کر کہا کہ اے بادشاہ مجھے

ان کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں تو پھر ایسے کام نہ کرنا کہ یہ بیماری عود کر آئے۔

جب تو ایک بار گرا ہے تو اب قدم جما کر رکھ کہ دوبارہ نہ پھسلے ؎

زسعدی شنو کیں سخن راستست ۔۔ نہ ہر بارے افتادہ برخاستست

سعدی سے سن لے یہ سچی بات ہے کوئی گر کر ہر مرتبہ نہیں اٹھتا ہے۔

بادشاہی دردِ سر ہے

ایک بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہو۔ تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا جائے۔ دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص شہر میں داخل ہوا وہ ایک خستہ حال بھکاری تھا جس کی ساری عمر بھیگ مانگتے اور پیوند لگے کپڑے پہنتے گزری تھی۔ امرائے حکومت نے مرحوم بادشاہ کی وصیت کے مطابق اسے اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اور قلعوں اور خزانوں کی چابیاں اس کے سپرد کر دیں۔ کچھ عرصہ تو نظامِ حکومت ٹھیک ٹھاک چلتا رہا۔ پھر بعض امیروں کی سرکشی کی وجہ سے اس میں خلل پڑنا شروع ہو گیا۔ اور ملک کا ایک حصہ اس کے قبضہ سے نکل گیا۔ انہی دنوں اس کا ایک پرانا ساتھی سفر سے واپس آیا۔ اپنے دوست کا شاہانہ کر و فر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بخت نے تیری یاوری کی ہے اقبال و دولت نے تیری رہبری کی یہاں تک کہ تیرا پھول کانٹے سے اور کانٹا تیرے پیر سے نکل گیا۔

بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ اے عزیز یہ مبارک باد دینے کا نہیں بلکہ ماتم پرسی کا موقع ہے۔ جب میں تیرا ساتھی تھا۔ اس وقت مجھے صرف ایک روٹی کی فکر ہوتی تھی اور رات کو چین سے سوتا تھا اب ایک جہان کی فکر ہے اور نہ دن کو چین ہے اور نہ رات کو۔

عظیم فتوحات کا راز

اسکندر رومی سے لوگوں نے پوچھا کہ مشرق اور مغرب کے ممالک تو نے کیسے فتح کر لیے۔ حالانکہ پہلے بادشاہ خزانوں اور عمر اور ملک اور لشکر میں تجھ سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ایسی عظیم فتوحات ان کو بھی نصیب نہ ہوئیں۔ اس نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ملک میں نے فتح کیا وہاں کے باشندوں کو نہ ستایا اور گزرے ہوؤں کی عمدہ رسموں کو منسوخ نہ کیا اور نہ گذشتہ بادشاہوں کو ہمیشہ اچھائی سے یاد کیا ؎

نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

جو لوگ اس دنیا سے کوچ کر گئے ان کے نیک نام کو ضائع نہ کر تاکہ تیرا نیک نام باقی رہے۔

دو بھائیوں کی سرگذشت

ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ اس نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت

نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کی یہاں تک کہ دونوں ہر قسم کے علوم و فنون میں طاق ہو گئے۔ بادشاہ کا جی دونوں بیٹوں کی طرف سے ٹھنڈا تھا۔ جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے ملک کو دونوں بیٹوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا اور وصیت کی کہ میرے بچو میرے بعد اتفاق سے رہنا میں نے فساد کی جڑ کاٹ دی ہے دونوں بھائیوں نے اپنا اپنا علاقہ سنبھال لیا اور حکومت کرنے لگے۔ ایک بھائی نہایت عقل مند، سخی اور منصف مزاج تھا اس نے محتاجوں کے لیے لنگر جاری کیے۔ مسافر خانے بنوائے۔ سرکاری محاصل میں رعایت کی اور رفاہِ عام کے بے شمار کام کئے یہاں تک کہ رعایا نہایت آسودہ حال ہو گئی اپنی خوش تدبیری اور حسنِ اخلاق کی بدولت وہ ایسا نیک نام اور ہر دلعزیز ہوا کہ نہ صرف اپنی رعایا اور فوج اس پر جان چھڑکتی تھی بلکہ ارد گرد کے ممالک کے لوگ بھی اس کی سلطنت میں شامل ہونے کی آرزو کرتے تھے۔ دوسرا بھائی لالچی اور ظالم نکلا اس نے کاشتکاروں پر لگان بڑھا دیا۔ سامان تجارت پر طرح طرح کے محصول لگا دیئے۔ اور روپیہ جمع کرنے کی دھن میں رعایا کو ستانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ تھوڑی ہی مدت میں لوگ اس سے تنگ آ گئے اور ملک سے بھاگنے لگے۔ نہ تجارت کی گرم بازاری رہی اور نہ کھیتوں میں سبزہ۔ ملک کی ویرانی کے ساتھ بادشاہ کا خزانہ بھی خالی ہو گیا اور نظام حکومت بگڑ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر دشمن اس پر چڑھ دوڑے اس کی فوج پہلے ہی بد دل تھی مقابلہ کیا کرتی۔ دشمن نے آناً فاناً اسے مغلوب کر لیا اور اس طرح وہ اپنی بد تدبیری اور عاقبت

نا اندیشی کی بدولت ملک اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھا۔

نیک نام سے بڑھ کر کوئی قلعہ مضبوط نہیں

سلطان قزل ارسلان سلجوقی کے پاس ایک زبردست قلعہ تھا۔ جو پہاڑوں کے بیچوں بیچ ایسے محفوظ مقام پر واقع تھا کہ خواہ کیسا ہی دشمن حملہ کرے اس کو سر نہ کر سکتا تھا۔ اس قلعہ کے اندر پانی کے چشمے جاری تھے اور سرسبز باغ لہلہاتے تھے۔ اس میں مقیم لشکر سال ہا سال تک اپنی ضروریں خود پوری کر سکتا تھا اور باہر سے کسی امداد کا محتاج نہ تھا۔ سلطان کو اس قلعہ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن سلطان کے دربار میں لوگ اس قلعہ کی تعریفیں کر رہے تھے کہ ایک صاحب دل وہاں آ گیا۔ اس نے لوگوں کی باتیں سنیں تو ہنس کر کہا بادشاہ سلامت یہ قلعہ مبارک ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا مضبوط ہے کہ آپ کی حفاظت کر سکے۔ اس قلعہ میں آپ جیسے بہت سے آئے اور چند دن ٹھہر کر رخصت ہو گئے۔ اس قلعہ پر بھروسا کرنے کی بجائے خدا کے کرم پر بھروسا کیجئے۔ اینٹ اور پتھر کا قلعہ ایک دن فنا ہو جائے گا ہاں اگر کچھ باقی رہ جائے گا تو وہ آپ کا نیک نام ہو گا۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کیجئے اور یاد رکھیے کہ نیک نام ایسا مضبوط قلعہ ہے جو ہمیشہ آپ کے کام آئے گا۔

بر مرد ہشیار دنیا خس است — کہ ہر مدتے جائے دیگر کس است

ہوشیار انسان کے نزدیک دنیا تنکا ہے کہ ہر زمانہ میں دوسرے کی جگہ ہے۔

شیر اور سیاہ گوش

سیاہ گوش[1] سے کسی شیر نے پوچھا کہ تجھے شیر کے ساتھ رہنا کیوں پسند ہے اس نے کہا اس لیے کہ اس کا بچا کچھا شکار کھا لیا کروں اور اس کی پناہ میں رہ کر دشمنوں کے شر سے بچا رہوں۔"

پوچھا کہ جب تو شیر کی پناہ میں آ گیا تو پھر اس کے نزدیک کیوں نہیں جاتا تاکہ وہ تجھے اپنے خواص اور مخلصین کے حلقہ میں داخل کر لے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کی گرفت سے ڈرتا ہوں داناؤں نے کہا ہے کہ بادشاہوں کی تلون مزاجی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ

وقتے بسلامے برنجند　　　　وگاہے بدشنامے خلعت دہند

کبھی تو سلام کرنے پر بگڑ جاتے ہیں اور کبھی گالی پر خلعت دے دیتے ہیں۔

کسی کا بُرا نہ چاہو

ایک بادشاہ کا غلام بھاگ گیا کچھ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ وزیر کو اس غلام سے دشمنی تھی اس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ غلام نے ہاتھ باندھ کر بادشاہ

---

[1] سیاہ گوش۔ ایک شکاری جانور ہے جو بلی سے بڑا ہوتا ہے اس کے کان لمبے اور نوکدار ہوتے ہیں اور ہر وقت کھڑے رہتے ہیں۔

سے عرض کی کہ حضور کے حکم کے سامنے میرا سر خم ہے لیکن چونکہ میں حضور کا نمک کھا کر پلا ہوں اس لیے نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن آپ پر میرے قتل ناحق کا الزام لگایا جائے ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس وزیر کو مار ڈالوں پھر اس کے قصاص میں آپ مجھے قتل کرا دیں ۔ اس صورت میں میرا قتل بالکل جائز ہو گا ۔ بادشاہ ہنس پڑا اور وزیر سے کہا اب تیری کیا رائے ہے ۔ اس نے کہا جہاں پناہ میری رائے میں مناسب یہ ہے کہ خدا کے لیے اپنے پدر بزرگوار کی قبر کے صدقے میں اس کو آزاد کر دیجئے تاکہ یہ مجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے ۔

چو تیر انداختی بر روئے دشمن
چناں داں کاندر آماجش نشستی

جب تو کسی دشمن پر تیر چلائے تو یہ جان لے کہ تو بھی اس کے نشانہ پر ہے۔

حسد کا علاج صرف موت ہے

ایک دفعہ میں نے ایک سپاہی کے نوخیز فرزند کو دیکھا کہ کمال درجے کا ذہین اور فطین تھا ، بچپن ہی سے بڑائی کے آثار اس کی پیشانی سے ظاہر تھے ۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

اس کے سر پر ہوش مندی کی وجہ سے بڑائی کا ستارہ چمک رہا تھا۔

بادشاہ نے اس کی غیر معمولی ذہانت اور فراست کا چرچا سنا تو اس کو

اپنے دربار میں ایک اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دیا۔ دوسرے درباری اس سے حسد کرنے لگے اور بادشاہ کی نظروں سے اس کو گرانے کے لیے ایک دن اس پر خیانت کی تہمت لگا دی لیکن ؎

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا کر سکتا ہے

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ تم سے کیوں ناراض ہیں۔ نوجوان نے عرض کی کہ جہاں پناہ جب سے یہ غلام آپ کے زیر سایہ آیا ہے میں نے ہر شخص کو راضی کر لیا ہے۔ البتہ حاسدوں کو میں خوش نہ کر سکا۔ کیونکہ ان کا دل تو اسی وقت ٹھنڈا ہو سکتا ہے جب حضور مجھے ذلیل کر کے اپنے در سے دھتکار دیں۔

توانم اینکہ نیازارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست
بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

میں یہ تو کر سکتا ہوں کہ کسی کی دل آزاری نہ کروں۔ لیکن حاسد کا کیا کروں وہ تو یوں ہی جل رہا ہے۔ اے حاسد تو مر جا کہ یہ جلنا کڑھنا تو ایسا ہے کہ اس کی تکلیف سے صرف موت ہی تجھے نجات دلا سکتی ہے۔

حجاج بن یوسف اور ایک خدا رسیدہ بزرگ

حجاج بن یوسف ثقفی کے عہد حکومت میں ایک خدا رسیدہ بزرگ بغداد میں

وارد ہوئے حجاج نے ان کی دعاؤں کے مقبول ہونے کا چرچا سنا تو ان کو بلا بھیجا اور کہا کہ آپ میرے حق میں دعائے خیر کیجئے۔ انھوں نے دعا مانگی کہ الہٰی اس کو موت دے۔ حجاج نے کہا حضرت یہ آپ کیسی دعا مانگ رہے ہیں انھوں نے فرمایا کہ یہی دعا تیرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے بہتر ہے۔

اے زبردست زبردست آزار | گرم تا کے بماند ایں بازار
بچہ کار آیدت جہاں داری | مردنت بہ کہ مردم آزاری

اے زیردستوں کو ستانے والے زبردست تیرے ظلم وجور کا بازار کب تک گرم رہے گا۔ بادشاہت تیرے کس کام آئے گی تیرا مرنا ہی بہتر ہے کہ تو مخلوق کو ستاتا ہے۔

خوب سیرتی خوب صورتی سے بہتر ہے

ایک بادشاہ کے کئی لڑکے تھے ان میں سے ایک شہزادہ پست قد اور معمولی شکل وصورت کا تھا اور اس کے دوسرے بھائی قد آور اور وجیہہ تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے کم رو فرزند کو نفرت اور حقارت سے دیکھا شہزادہ اپنی خداداد فراست سے باپ کے رویے کا سبب سمجھ گیا اس نے کہا " ابا جان چھوٹے قد والا عقل مند بلند قامت احمق سے بہتر ہے۔ جو چیز قد وقامت میں چھوٹی ہے ہوسکتا ہے کہ وہ قیمت میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ اَلشَّاۃُ نَظِیفَۃٌ وَّالفِیلُ جِیفَۃٌ (بکری حلال ہے اور ہاتھی حرام ہے) باپ ہنس پڑا اور سلطنت کے امراء و وزراء نے اس خیال کو پسند

کیا۔ البتہ اس کے بھائی اس بات پر بہت رنجیدہ ہوئے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ایک طاقتور دشمن نے بادشاہ پر چڑھائی کر دی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور لڑائی کے لیے پر تولے تو سب سے پہلا جو شخص میدان رزم میں آیا وہ وہی پست قد شہزادہ تھا اس وقت وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کز درمیان خاک و خوں بینی سرے
کانکہ جنگ آرد بخون خویش بازی می کند
روز میدان وانکہ بگریزد بخون لشکرے

میں وہ نہیں ہوں کہ لڑائی کے دن تو مجھے بھاگتے ہوئے دیکھے۔ میں تو وہ ہوں کہ تو جس کے سر کو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا پائے گا۔ جو شخص جنگ لاتا ہے وہ اپنے خون سے کھیلتا ہے اور جو میدان سے بھاگتا ہے وہ اپنی فوج کے خون سے کھیلتا ہے۔

یہ شہزادہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور اس کے کئی بہادروں کو مار گرایا جب باپ کے پاس واپس آیا تو زمین بوس ہو کہ کہا کہ آپ نے جب تک میرے ہنر کو اچھی طرح سے نہ دیکھ لیا۔ مجھے حقیر جانا۔ سچ تو یہ ہے کہ دبلا پتلا سبک رفتار گھوڑا لڑائی کے دن کام آتا ہے نہ کہ موٹا تازہ بیل۔ کہتے ہیں کہ دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی۔ اس کے مقابلے میں بادشاہ کی فوج تھوڑی تھی ایک گروہ اپنی کم تعداد دیکھ کر جی چھوڑ بیٹھا اور اس

744437

نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ بہادر شہزادہ ان کے تیور بھانپ گیا اور اس نے للکار کر کہا: "اے بہادر و ہمت سے کام لو اور عورتوں کا لباس مت پہنو۔" شہزادے کے جوش دلانے پر سواروں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انھوں نے مرنے مارنے کا تہیہ کر کے دشمن پر بڑے زور کا حملہ کیا۔ دشمن اس ہولناک یلغار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے فرطِ مسرت سے شہزادے کے سر آنکھوں کو چوما گلے سے لگایا اور اس کے بعد اس پر بے حد مہربان ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسے اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ اس کے بھائیوں کو حسد پیدا ہو گیا اور ایک دن موقع پا کر اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ شہزادے کی بہن نے کھڑکی سے اس کی یہ حرکت دیکھ لی۔ شہزادے نے جوں ہی زہر آلود کھانے کا لقمہ اٹھایا۔ اس نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شہزادہ متنبہ ہو گیا۔ اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا: "یہ مشکل ہے کہ اہلِ ہنر مر جائیں اور بے ہنر ان کی جگہ لے لیں۔" ؎

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ۔۔۔ در ہُما از جہاں شود معدوم

(اگر ہما دنیا سے معدوم ہو جائے تو پھر بھی کوئی شخص الّو کے سائے تلے نہیں آئے گا)

بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے حاسد بھائیوں کو طلب کیا۔ اور انہیں مناسب سزا دی پھر ہر ایک کے لیے آس پاس کے علاقوں میں سے ان کی مرضی کے مطابق حصہ مقرر کر دیا تاکہ فساد کی جڑ کٹ جائے اور جھگڑے کا احتمال نہ رہے کیوں کہ داناؤں کا قول ہے کہ "دہ درویش در

گلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" یعنی دس درویش ایک گدڑی میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں سما سکتے"

آرام کی قدر وہی جانتا ہے جس نے تکلیف اٹھائی ہو

ایک بادشاہ ایک عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ غلام نے اس سے پہلے کبھی دریا نہ دیکھا تھا اور نہ کبھی کشتی میں سفر کیا تھا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور فرطِ خوف سے اس نے بے تحاشا گریہ وزاری شروع کر دی۔ اس کی بزدلی دیکھ کر بادشاہ کی طبع نازک مکدر ہو گئی۔ لیکن اسے خاموش کرنے کے لیے کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ ایک دانا بھی اس کشتی میں بیٹھا تھا۔ اس نے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر آپ حکم دیں تو اسے خاموش کر دوں۔ بادشاہ نے کہا کہ نہایت عنایت اور مہربانی ہو گی۔ دانا کے اشارے پر اس غلام کو دوسرے ملازموں نے دریا میں پھینک دیا۔ جب چند غوطے کھا چکا تو بالوں سے پکڑ کر کشتی کی طرف لائے۔ وہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ کشتی کے پچھلے حصے کے ساتھ لٹک گیا۔ جب ایک گھڑی گزر گئی تو چپکے سے کشتی کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ کو اس دانا کی یہ تدبیر بہت پسند آئی پوچھا کہ اس میں کیا حکمت تھی۔ دانا نے کہا کہ اس نے کبھی ڈوبنے کی تکلیف نہیں اٹھائی تھی اور کشتی کے آرام کو نہیں جانتا تھا اور آرام اور سلامتی کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہو۔

بُری فطرت کا بدلنا محال ہے

ایک دفعہ عرب میں راہزنوں کے ایک گروہ نے پہاڑ کی چوٹی پر محفوظ جائے پناہ بنائی تھی اور وقتاً فوقتاً وہاں سے نکل کر شہروں اور قافلوں پر چھاپے مارتے تھے بادشاہ نے ان کے استیصال کی بہت کوشش کی لیکن اس میں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک سراغرساں کے خبر دینے پر شاہی لشکر نے راہزنوں کے گڑھ پر اس وقت چھاپا مارا جبکہ ایک ڈاکہ سے واپس آکر انہوں نے ہتھیار کھول دیئے تھے اور خواب راحت کے مزے لے رہے تھے۔ شاہی فوج نے تمام ڈاکوؤں کو پابہ زنجیر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے سب کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ ان ڈاکوؤں میں ایک سبزہ خط نوجوان بھی تھا۔ ایک وزیر کو اس کی جوانی پر رحم آگیا اور اس نے بادشاہ سے سفارش کی کہ اس نوجوان نے ابھی دنیا کا سرد گرم نہیں چکھا اس کی جان بخشی فرمائی جائے۔ بادشاہ کو وزیر کی سفارش ناگوار گزری اس نے برہم ہو کر کہا ؂

پرتو نیکاں نہ گیرد ہر کہ بنیادش بدست
تربیت نااہل را چوں گردگاں بر گنبد ست

جس کی بنیاد بری ہو وہ نیکیوں کا اثر قبول نہیں کرتا، نااہل کی تربیت کرنا ایسا ہے جیسے گنبد پر اخروٹ رکھنا۔

افعی کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار خردمنداں نیست سانپ کو مارنا

اور اس کے بچنے کی حفاظت کرنا عقل مندوں کا کام نہیں۔

وزیر نے عرض کی کہ جہاں پناہ درست فرماتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ ابھی بچہ ہے اس کی طبیعت میں ابھی بدی نے جڑ نہیں پکڑی اگر نیکوں کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ ان کا اثر قبول کرلے گا ؂

سگِ اصحابِ کہف روزے چند　پے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیکوں کی محبت اختیار کی آدمی بن گیا۔

کچھ دوسرے درباری بھی وزیر کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ آخر بادشاہ نے ان سب کی سفارش سے مجبور ہو کر بادلِ نخواستہ اس نوجوان کو چھوڑ دیا وزیر اس لڑکے کو گھر لے گیا اور بڑے ناز و نعمت سے اس کی پرورش کی۔ کئی عالم و فاضل استاد اس کی تعلیم کے لیئے مقرر کیے یہاں تک کہ چند سال میں وہ نہایت شائستہ اور مہذب بن گیا۔ ایک مرتبہ وزیر نے بادشاہ کے سامنے اس کی لیاقت اور عمدہ اخلاق کا ذکر کیا تو بادشاہ مسکرا دیا اور کہا ؂

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود

گرچہ با آدمی بزرگ شود

بھیڑیئے کا بچہ آخر میں بھیڑیا ہی بنتا ہے خواہ وہ انسانوں میں پل کر بڑا ہوا ہو۔

اس بات کو دو ہی سال گزرے تھے کہ اس نوجوان نے محلے کے چند اوباشوں سے دوستی کرلی اور اس کی بدفطری عود کر آئی۔ ایک دن

وزیر اور اس کے دونوں لڑکوں کو قتل کر دیا اور بے انداز دولت سمیٹ کر دوبارہ ڈاکوؤں میں جا ملا۔ اور اسی راہزنوں کی گھاٹی کو اپنا مسکن بنا لیا۔

بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔

شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسے
ناکس بہ تربیت نہ شود اے حکیم کس

بُرے لوہے سے عمدہ تلوار کوئی کیسے بنا سکتا ہے۔ اے عقل مند سکھانے پڑھانے سے کوئی بد اصل انسان نہیں بن سکتا۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

بارش جس کی طبیعت کے پاکیزہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ باغ میں گل لالہ کھلاتی اور شور زمین میں جھاڑ۔

بدی کا بیج بو کر نیکی کی توقع رکھنا حماقت ہے

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر پر معتکف ہوا کہ عرب کا ایک بادشاہ جس کی بے انصافی کی عام شہرت تھی وہاں آیا۔ اور نماز پڑھ کر دعا مانگی۔ پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ درویشوں میں روحانی طاقت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا سچا معاملہ ہوتا ہے۔ ذرا میری طرف باطنی توجہ فرمائیے کیوں کہ آج کل مجھے ایک سخت دشمن کا خطرہ ہے۔

HAMDARD LIBRARY New Delhi

میں نے اس سے کہا: "کمزور رہایا پر رحم کر تاکہ طاقت ور دشمن سے تکلیف نہ اٹھائے"

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغ بے ہدہ پخت و خیال باطل بست

جس شخص نے بدی کا بیج بویا اور نیکی کی توقع رکھی اس نے کوڑ مغزی سے کام لیا اور باطل خیال باندھا۔

غلط روی پر ٹوکنے والا حقیقی خیر خواہ ہے

علاقہ غور میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ وہ لوگوں کے گدھے بیگار میں پکڑ لیتا تھا۔ ظلم بر ظلم یہ کہ غریب جانوروں کو گھاس دانہ توڑا اتنا نہ تھا البتہ ان سے باربرداری کا کام اس قدر لیتا تھا کہ بے چارے دو ایک روز میں مر جاتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ شکار کے لیے نکلا اور کسی جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا۔ ادھر سورج غروب ہو گیا۔ اور رات کی سیاہی نے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیئے بادشاہ مجبور ہو کر ایک گاؤں میں اُتر پڑا۔ وہاں اس نے ایک عجیب ماجرا دیکھا کہ ایک دیہاتی اپنے مضبوط اور توانا گدھے کو لٹھ مار مار کر لنگڑا کر رہا ہے۔ بادشاہ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس نے غضبناک لہجہ میں دیہاتی سے کہا کہ تو اس غریب جانور پر کیوں اتنا ظلم ڈھا رہا ہے۔ دیہاتی بادشاہ کو نہیں پہچانتا تھا وہ بگڑ کر بولا: "میاں مسافر اپنی راہ

لگ تجھے کیا معلوم کہ میرے اس کام میں کیا مصلحت ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ نہایت ظالم ہے وہ تندرست اور مضبوط گدھے غریبوں سے چھین لیتا ہے میں اس گدھے کی ٹانگ توڑ رہا ہوں تاکہ بیگار میں نہ پکڑا جائے۔ لنگڑے گدھے کا میرے پاس رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ بادشاہ کے پاس بوجھ ڈھوتا مر جائے۔"

بادشاہ کو دیہاتی کی باتیں سن کر غصہ تو بہت آیا۔ لیکن مصلحت اسی میں دیکھی کہ چپکا ہو رہے۔ صبح ہوئی تو لشکری تلاش کرتے کرتے اس گاؤں میں آ پہنچے اور ہر طرف بادشاہ سلامت بادشاہ سلامت کا شور مچ گیا۔ بادشاہ کو رات والا دیہاتی یاد تھا۔ اس نے حکم دیا کہ گستاخ کی گردن ماری کر دی جائے۔ بے چارے نے جان بخشی کے لیے بہت منت سماجت کی لیکن بادشاہ کا دل نہ پسیجا۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ اب جان بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو دلیر ہو کر بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور گرج کر کہنے لگا کہ اے بادشاہ موت تو اپنے وقت پر ضرور آ کر رہتی ہے۔ لیکن مجھے مار کر تو بدنامی سے نہیں بچ سکتا۔ تیرے ظلم کا چرچا تو ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے۔ اگر ظالم کو ظالم کہنے کی سزا موت ہے تو پھر ساری رعیت کو مار ڈال اگر تجھے میری باتیں ناگوار گذری ہیں تو انصاف سے کام لے کر ایسی باتوں کا سبب دُور کر دے۔ ایک بے گناہ کو قتل کرنے کی بجائے مخلوقِ خدا کو ستانا چھوڑ دے۔ تمہارے مظالم سے ایک دنیا رات کو نہیں سوتی معلوم

نہیں تجھے نیند کیسے آجاتی ہے۔ اپنے درباریوں کی تعریف اور خوشامد پر خوش نہ ہو۔ خلق خدا تجھ پر ہر وقت نفرین بھیجتی ہے مظلوموں کی آہ و فریاد سے ڈر اور ظلم سے باز آجا۔

ان تلخ اور تند مگر سچی باتوں نے بادشاہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور اس کا ضمیر بیدار ہو گیا۔ اسی وقت توبہ کر لی اور اس دیہاتی کو نہ صرف عزت کے ساتھ رہا کر دیا بلکہ اپنے گاؤں کا سردار بنا دیا۔

ستائش سرایاں نہ یار تو اند ملامت کناں دوست دار تو اند

تمہارے ہر کام پر واہ واہ کے ڈونگرے برسانے والے تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ تمہارے حقیقی خیر خواہ وہ ہیں جو تمہیں غلط روی پر ٹوکتے ہیں۔

ظالم بادشاہ اور حق گو درویش

ایک درویش نے ایک بادشاہ کے سامنے کوئی سچی بات کہہ دی بادشاہ نے ناراض ہو کر اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس درویش کے ایک دوست نے اُسے کہا کہ بادشاہ کے سامنے یہ بات کہنی مناسب نہ تھی۔ درویش نے جواب دیا کہ حق بات کہنا عبادت ہے ہاں قید و بند سے نہیں ڈرتا کیوں کہ یہ تھوڑی دیر کے لیے ہے۔

کسی نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ درویش کہتا ہے کہ میری قید و بند تھوڑی دیر کے لیے ہے۔ بادشاہ نے طنز سے ہنس کر کہا کہ اسے غلط فہمی

ہوتی ہے۔ اب موت ہی اس کو قید خانہ سے چھٹکارہ دلائے گی۔

بادشاہ کے غلام نے یہ پیغام درویش کو پہنچایا تو اس نے کہا کہ اے غلام بادشاہ سے جا کر کہہ دے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے۔ اور دنیا تھوڑی دیر کے لیے ہے۔ درویش کے نزدیک غم اور خوشی کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر تو میری دستگیری کرے تو خوش نہیں ہوں گا۔ اور اگر میرا سر قلم کر دے تو میرے دل میں غم نہ آئے گا۔ اگر آج تیرے پاس لشکر، خزانہ اور حکومت ہے اور میں اہل و عیال سے دور مصیبت میں مبتلا ہوں تو غم نہیں۔ کل جب ہم موت کے دروازے میں داخل ہوں گے تو ایک ہفتے میں دونوں برابر ہو جائیں گے میں بھی کیڑوں کی غذا بن جاؤں گا اور تو بھی۔ اس چند روزہ دولت سے دل نہ لگا اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بنا۔

چناں زی کہ ذکرت بتحسیں کنند
چو مُردی نہ بر گور لفریں کنند
عروسی بود نوبت ماتمت
گرت نیک روزی بود خاتمت

اس طرح زندگی گذار کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں جب تو مرے تو تیری قبر پر لعنت نہ بھیجیں۔ تیرا ماتم (موت) کا وقت بھی شادی ہے اگر تجھے بہتر خاتمہ میسر آجائے۔

دارا اور اس کا چرواہا

کہتے ہیں کہ ایران کا بادشاہ دارا ایک دفعہ شکار کھیلتے ہوئے اپنے لشکر سے بچھڑ گیا۔ اس اثنا میں اس نے دیکھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے دارا سمجھا کہ یہ کوئی دشمن ہے اس نے فوراً تیر کمان میں جوڑ کر اس آدمی کا نشانہ باندھ لیا۔ وہ شخص خوف زدہ ہو کر چلّایا کہ جہاں پناہ میں دشمن نہیں ہوں بلکہ آپ کا چرواہا ہوں اور یہاں آپ کے گھوڑے چرا رہا ہوں۔ بادشاہ نے کمان ہاتھ سے رکھ دی۔ اور ہنس کر کہنے لگا کہ اے بیوقوف اگر آج فرشتۂ غیب تیری مدد نہ کرتا تو تیری موت میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ چرواہے نے ہاتھ جوڑ کر کہا بادشاہ سلامت اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔

دارا نے کہا "کہو کیا کہتے ہو۔"

چرواہے نے کہا "حضور ساری رعیت کے رکھوالے ہیں۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آپ دوست اور دشمن میں تمیز نہ کر سکے۔ آپ نے مجھے بارہا دربار میں دیکھا ہے اور مجھ سے گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات دریافت کئے ہیں۔ اس وقت حضور کی پابوسی کے لیے آپ کی طرف بڑھا تو آپ نے مجھے دشمن سمجھ لیا۔ حالانکہ مجھ جیسا غریب چرواہا اپنے گلے کے بے شمار گھوڑوں میں سے ایک ایک کو پہچانتا ہے۔ خداوند آپ جس گھوڑے کے پیش کرنے کا حکم دیں اسے پل بھر میں لا کر حاضر

کر دوں گا۔ عالم پناہ جہاں بانی کی شرط تو یہ ہے کہ آپ اپنے ہر ماتحت کو پہچانیں کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے میں گھوڑوں کا رکھوالا ہوں رعیت کے رکھوالے۔ جس طرح میں فہم و فراست سے اپنے ریوڑ کو قائم رکھتا ہوں اسی طرح آپ بھی اپنے گلے کو قائم رکھیئے ؎

دراں دار ملک از خلل غم بود
کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود

اس سلطنت کے زوال کا خدشہ ہے جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو"۔

جمشید کا کتبہ

کہتے ہیں کہ ایران کے مشہور بادشاہ جمشید نے مرنے سے پہلے ایک چشمہ پر پتھر کا ایک کتبہ نصب کرایا جس پر یہ الفاظ کندہ کرائے۔

"اس چشمہ پر مجھ جیسے بہتوں نے دم لیا۔ لیکن وہ پلک جھپکنے میں رخصت ہو گئے میں نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی لیکن اس کو اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جا سکا۔ جب کسی دشمن پر تجھے قابو حاصل ہو جائے تو اس کو نہ ستا اس کی شکست ہی اس کے لیے کافی ہے۔ پریشان حال دشمن کا زندہ رہنا اس سے بہتر ہے کہ تیری گردن پر اس کا خون ہو۔"

دنیا کی بجائے آخرت کی فکر کرو

ملک روم کا ایک بادشاہ ایک دفعہ دشمنوں کی یورش سے سخت شکستہ دل اور پریشان ہو گیا۔ اس نے ایک نیک نہاد عالم کے سامنے اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ مولانا دشمن نے ایک قلعہ اور شہر کے علاوہ کوئی چیز میرے پاس نہیں چھوڑی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کھوئے ہوئے علاقے دشمن سے چھین لوں لیکن افسوس کہ میری کوئی تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اب دن رات مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے۔ کہ میرے بعد میرے فرزند کا کیا حال ہو گا۔

دانا عالم نے برہم ہو کر کہا "آپ اپنی فکر کیجئے جو آپ کے بعد آئے گا وہ اپنی فکر خود کرے گا۔ آپ اپنی عمر کا بہترین حصہ گزار چکے ہیں اب تو آخرت کی فکر کرنے کا وقت ہے ملک و دولت سب فانی ہیں ہاں جو نیک عام چھوڑ مرا اس نے ابدی زندگی حاصل کر لی"

یدانی گہ غلہ بر داشتن

کہ سستی بود تخم ناکاشتن

غلہ اُٹھانے وقت تجھے پتہ چلے گا کہ بیج نہ بونا کتنی غفلت ہوتی ہے۔

عابد اور کھوپڑی

ایک دفعہ ایک عابد دریائے دجلہ کے کنارے عبادت میں مشغول

تھا کہ ایک کھوپڑی پانی میں بہتی ہوئی کنارے کے نزدیک آ گئی اس سے آواز آئی کہ اے مردِ خدا میری طرف دیکھ کبھی میں ایک بادشاہ کا سر پر غرور تھی، جس کی شان و شوکت کا ڈنکا بجتا تھا اور فتح و نصرت جس کے قدم چومتی تھی۔ اس نے عراق پر یلغار کی اور اس پر قابض ہو گیا۔ پھر کرمان پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا کہ اچانک موت نے دبوچ لیا اور اس کے سر پر غرور کو کیڑے کھا گئے۔ اب میری طرف دیکھ اور عبرت حاصل کر۔

اللہ کے نام پر دیا ہوا موت کے بعد کام آئے گا

ایک حق گو نے کسریٰ (شاہ ایران) سے کہا کہ اے جمشید کے ملک کے وارث اگر ملک اور دولت کو دوام حاصل ہوتا تو جمشید کی سلطنت ہمیشہ رہتی اور تو اس کا وارث نہ بنتا اگر قارون کا خزانہ بھی تیرے ہاتھ لگ جائے تو وہ بھی نہ رہے گا۔ ہاں جو تو اللہ کے نام پر بخشے گا۔ وہ تو اپنے ساتھ لے جائے گا اور وہی آخرت میں تیرے کام آئے گا۔

نوشیروانِ عادل کی وصیت

سنا ہے کہ نوشیروانِ عادل نے مرتے وقت اپنے بیٹے ہرمز کو وصیت کی کہ اے بیٹے بقائے سلطنت کا راز یہ ہے کہ اپنے آرام

پر رعیت کے آرام کو ترجیح دے۔ درویشوں کی خدمت کر۔ جہاں تک ہو سکے رعیت کا دل زخمی نہ کر اور مخلوق خدا کو نہ ستا۔ کسی پر ظلم نہ کر۔ کاشت کاروں سے رعایت کر اور خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے۔ خدا سے نہ ڈرنے والے دلیر متکبروں سے ہوشیار رہ۔ نیکوں کا راستہ اختیار کر خدا کے عذاب سے ڈرتا رہ اور اس کی رحمت کا امیدوار رہ۔ جان لے کہ رعیت جڑ ہے اور بادشاہ درخت اور درخت جڑ سے ہی مضبوط بنتا ہے۔ ظالموں کو کھلی چھٹی نہ دے کیوں کہ عقلمندوں کو یہ پسند نہیں ہے کہ چرواہا سویا ہوا ہو اور بھیڑیا بکریوں میں گھسا ہوا ہو۔ جو لوگ تیرے وفادار ہیں اگر ان سے کبھی لغزش ہو جائے تو درگزر کر۔

مروت نباشد بدی با کسے
کزو نیکوئی دیدہ باشی بسے

ایسے شخص کے ساتھ برائی کرنا انسانیت سے بعید ہے جس کی جانب سے تو نے اکثر نیکی دیکھی ہو۔

خسرو پرویز کو شاہ پور کی نصیحت

سنا ہے کہ جب خسرو (کسریٰ) پرویز نے شاپور کو وزارت سے برطرف کر دیا تو وہ صبر کر کے اپنے گھر بیٹھ گیا۔ لیکن جب مفلسی سے اس کا حال تباہ ہوا تو اس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ عرضی لکھ کر پیش کی: "اب بڑھاپے میں مجھے در در کی ٹھوکریں کھانے کے

لئے نہ چھوڑ اگر تو قبول کرے تو زندگی بھر کے تجربوں کا نچوڑ تیری خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر تیرے ملک کا کوئی باشندہ فتنہ پردازی کرے تو اس کو ستانے کی بجائے ملک سے نکال دے۔ اور اگر ملک کا کوئی باشندہ غداری پر کمر باندھے تو اس سے اچھی طرح نپٹ اور اسے کسی دوسرے ملک میں بھی پناہ نہ لینے دے۔ امانت دار ایسے آدمی کو بنا جو صرف خدا سے ڈرے۔ اس کا انتخاب بڑی چھان بین کے بعد کر کہ ہزاروں میں سے ایک بھی امانت دار مشکل سے ملے گا۔ لوگوں کی دستگیری کر اور ان کی امیدوں کو پورا کر۔ کسی ایک امیدوار کا بگڑا ہوا کام بنا دینا ہزار قیدیوں کو رہا کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے آپ کو رعیت کا باپ سمجھ جو اپنی اولاد کو سرزنش کرتا ہے تو اس کے آنسو بھی پونچھتا ہے۔ دشمن کا مقابلہ سختی سے کر ورنہ وہ دلیر ہو جائے گا۔ بہادر خوش خلق اور سخی بنا رہ۔ جب خدا تجھے دے تو مخلوق پر نچھاور کر۔ خطاکار کی بھول کا عذر قبول کر اگر وہ معافی چاہے تو معاف کر دے۔ کسی کو سزا دیتے وقت بڑی احتیاط کر اور اسے اپنی اصلاح کا موقع دے۔ خوشنودی کے کان سے کسی کی برائی نہ سن۔ وہ شخص کبھی نہیں مرتا۔ جو اپنی یادگار پل، تالاب، لنگر خانہ اور مسافر خانہ چھوڑ جائے ؎

نیامد کس اندر جہاں کو بماند مگر آن کز و نام نیکو بماند

دنیا میں کوئی ایسا نہیں آیا جو ہمیشہ رہا ہو ہاں وہ جس کا نیک

نام باقی رہا ہو۔

ایک منصف مزاج بادشاہ

کہتے ہیں کہ ایک منصف مزاج بادشاہ نہایت سادہ قبا پہنتا تھا۔ جس کے دونوں طرف استر لگا ہوا تھا۔ کسی نے اس سے کہا۔ کہ عالم پناہ یہ قبا آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ آپ چینی دیبا[1] کی قبا کیوں نہیں سلا لیتے۔ نیک نہاد بادشاہ نے کہا کہ قبا کا مقصد جسم ڈھانپنا ہے اور یہ مقصد میری سادہ قبا پوری کر رہی ہے۔ بڑھیا کپڑے کی قبا تو زیب و زینت کے لیے ہو گی اور میں رعیت سے مالیہ اس لیے نہیں لیتا کہ اس کو اپنے تاج و تخت کی زینت پر صرف کر دوں اگر میں عورتوں کی طرح ریشمی لباس پہننے لگوں تو پھر مردوں کی طرح دشمن کا مقابلہ کیسے کر سکوں گا۔ خزانے پر تنہا میرا حق ہی نہیں ہے بلکہ ملک کی حفاظت پر مامور جانباز بھی اس کے حق دار ہیں۔ وہ سپاہی جو بادشاہ سے خوش نہ ہو۔ وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت نہیں کرتا۔ اگر ایک ظالم دہقان کا گدھا دھاندلی سے چھین لے تو بادشاہ کو ٹیکس وصول کرنے کا حق نہیں ہے ؎

مخالف خرش برد سلطان خراج
چہ اقبال بینی دوران تخت و تاج

---

[1] ایک نہایت قیمتی کپڑا

جس ملک میں دہقاں کا گدھا دشمن جبر سے چھین لے اور ادھر بادشاہ اس سے مالیہ وصول کرے تو اسے اقبال کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔

شاہ شیراز کو ایک روشن ضمیر بزرگ کی نصیحت

کسی زمانے میں شیراز پر ایک خاندان کی حکومت رہی ہے۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ زنگی نے وفات پائی تو اس کا بیٹا اکلہ تخت نشین ہوا وہ بڑا انصاف پسند اور رعیت پرور بادشاہ تھا۔ لوگ اس سے اس قدر خوش تھے کہ رات دن اس کو دعائیں دیتے ان کی زبانیں نہ تھکتی تھیں ایک دن اس نیک دل بادشاہ نے ایک روشن ضمیر بزرگ سے کہا کہ میری عمر ضائع جا رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ تاج و تخت پر لات مار کر کسی گوشے میں جا بیٹھوں اور باقی عمر اللہ کی یاد میں گزار دوں۔ روشن ضمیر بزرگ نے کہا ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست | بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
تو بر تختِ سلطانیِ خویش باش | با اخلاق پاکیزہ درویش باش
بزرگاں کہ نقدِ صفا داشتند | چنیں خرقہ زیرِ قبا داشتند

طریقت مخلوق کی خدمت کے سوا کوئی شے نہیں ہے۔ تسبیح مصلے اور گدڑی کا نام طریقت نہیں ہے تو اپنی بادشاہت کے تخت پر رہ اور پاکیزہ اخلاق کے ساتھ درویش بنا رہ۔ وہ بزرگ جو دولت

باطن رکھتے ہیں اسی طرح قبا (اعلیٰ لباس) کے نیچے گدڑی چھپائے رکھتے ہیں۔

ملک و دولت کو نہیں بلکہ نیکی کو دوام ہے

خراسان کے بادشاہوں میں سے ایک نے سلطان محمود بن سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ اس کا تمام جسم ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گیا ہے لیکن اس کی آنکھیں اسی طرح اپنے حلقوں میں پھر رہی ہیں اور دیکھ رہی ہیں۔ تمام دانا اس خواب کی تعبیر بیان کرنے سے عاجز رہ گئے سوائے ایک درویش کے جو اس جگہ آیا اور کہا کہ اس کی آنکھیں ابھی تک دیکھ رہی ہیں کہ اس کا ملک دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بخیر
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند
خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ آید فلاں نماند

(نوشیرواں کا مبارک نام اس کے انصاف کی وجہ سے زندہ ہے اگرچہ نوشیرواں کو مرے ہوئے ایک مدت ہو گئی ہے۔ اے فلاں تو نیکی کر اور زندگی کو غنیمت جان! اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں مر گیا۔)

مصلحت آمیز جھوٹ فتنہ انگیز سچ سے بہتر ہے

ایک بادشاہ نے ایک قیدی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ وہ بے چارہ نا امیدی کے عالم میں بادشاہ کو گالیاں دینے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اس کے نیک خصلت وزیر نے کہا کہ عالم پناہ یہ شخص کہتا ہے کہ حضور ان لوگوں میں سے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ سن کر رحم آگیا اور اس نے قیدی کی جان بخشی کر دی۔ ایک دوسرے بدطینت وزیر نے کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ بارگاہِ سلطانی میں سچ نہ بولیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے بادشاہ کو برا بھلا کہا اور گالیاں دیں۔ بادشاہ اس کی بات سن کر چیں بجبیں ہو گیا۔ اور کہا کہ پہلے وزیر نے جو کچھ کہا اس کا محرک بھلائی کا جذبہ تھا اور جو کچھ تو نے کہا ہے اس کی بنیاد خبثِ باطن اور بدی پر ہے داناؤں نے کہا ہے کہ "دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز"

مصلحت آمیز جھوٹ ایسے سچ سے بہتر ہے جو فتنہ پیدا کرے۔

جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے

لوگوں کو ستانے والے ایک شخص کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک درویش کے سر پر پتھر دے مارا۔ وہ بے چارہ بدلہ لینے

کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ صبر کے گھونٹ پی کر اس وقت تو خاموش ہو گیا لیکن اس پتھر کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد بادشاہ اسی سپاہی سے ناراض ہو گیا۔ اور اسے ایک کنوئیں میں قید کر دیا۔ درویش کو خبر ہوئی تو وہ اس کوئیں پر آیا اور قیدی سپاہی کے سر پر وہی پتھر دے مارا۔ اس نے پوچھا تو کون ہے اور یہ پتھر مجھے کیوں مارا ہے۔

درویش نے جواب دیا۔ میں فلاں شخص ہوں اور یہ پتھر وہی ہے جو فلاں تاریخ کو تو نے میرے سر پر مارا تھا"

سپاہی نے پوچھا" اتنی مدت تو کہاں رہا"

درویش نے جواب دیا" میں تیرے مرتبے سے ڈرتا تھا۔ اب میں نے تجھے کنوئیں میں دیکھا تو بدلہ لینے کے لیے اس موقع کو غنیمت جانا۔ کیوں کہ داناؤں نے کہا ہے کہ جب تو کسی نا اہل کو صاحب اختیار دیکھے تو عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ صبر کر۔ اگر پھاڑنے والے تیز ناخن نہیں رکھتا تو بروں کے ساتھ لڑائی جھگڑا مول نہ لے جس نے فولادی بازوؤں سے زور آزمائی کی اس نے اپنی نازک کلائی کو تکلیف پہنچائی۔ صبر کر یہاں تک کہ زمانہ اس ظالم کے ہاتھوں کو باندھ دے (یعنی وہ اپنے مرتبہ اور اختیار سے محروم ہو جائے۔) پھر اپنے دوستوں کی خواہش اور مقصد کے مطابق اس کا مغز پھوڑ دے اسے سزا دے یا اپنا بدلہ لے۔

ظالم کے زندہ رہنے سے اس کا مر جانا بہتر ہے

ایک ظالم بادشاہ نے ایک پارسا سے پوچھا کہ کون سی عبادت سب سے افضل ہے۔ اس نے جواب دیا تمھارے لیے دوپہر کی نیند تاکہ مخلوقِ خدا کچھ دیر کے لیے تو تیرے ظلم سے بچی رہے۔

ظالمے را خفتہ دیدم نیم روز ۔۔۔ گفتم ایں فتنہ است خوابش بُردہ بہ
وانکہ خوابش بہتر از بیداری است ۔۔۔ آنچناں بد زندگانی مردہ بہ

ایک ظالم کو میں نے دوپہر کے وقت سویا دیکھا۔ میں نے کہا کہ یہ فتنہ ہے، اچھا ہے کہ سویا ہوا ہے۔ جس شخص کی نیند اس کے جاگنے سے بہتر ہو ایسے ناہنجار کا مر جانا بہتر ہے۔

جو دوسروں پر رحم کرتا ہے خدا اس پر رحم کرتا ہے

ایک بادشاہ کسی خوفناک مرض میں بتلا ہو گیا۔ اطبائے یونان کے ایک گروہ نے متفقہ فتویٰ دیا کہ اس بیماری کی کوئی دوا نہیں ہے البتہ چند خاص صفات رکھنے والے آدمی کے پتہ سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اس کے لانے کا حکم دیا۔ ایک دہقان کا لڑکا ویسا ہی مل گیا جیسا کہ طبیبوں نے بتایا تھا۔ بادشاہ نے اس کے ماں باپ کو بلایا اور بہت سی دولت دے کر خوش کر دیا۔ (یعنی وہ اس بات پر رضامند ہو گئے کہ ان کا بیٹا بادشاہ پر قربان کر دیا جائے

ادھر قاضی نے فتوےلے دے دیا کہ رعیت کے کسی آدمی کا خون بہانا بادشاہ کی جان کی سلامتی کے لیے جائز ہے۔

جب جلاد نے اس لڑکے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور مسکرانے لگا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ ہنسی کا کون سا موقع ہے؟

لڑکے نے کہا کہ اولاد کا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے جو قاضی کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرتے اور انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں اب کیفیت یہ ہے کہ ماں باپ نے دنیاوی مال کی لالچ میں مجھے قتل ہونے کے لیے سونپ دیا ہے۔ قاضی نے میرے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے اور بادشاہ اپنی سلامتی میری ہلاکت میں دیکھتا ہے۔ اب سوائے خدائے بزرگ و برتر کے میں کوئی پناہ نہیں دیکھتا۔ اے بادشاہ تیرے ظلم کی فریاد کس کے آگے کروں۔ تیرے ہاتھ سے تیرے ہی سامنے انصاف چاہتا ہوں۔

لڑکے کی باتیں سن کر بادشاہ کا دل بھر آیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کہنے لگا کہ اس بے گناہ بچے کے خون بہانے سے میرا مر جانا بہتر ہے یہ کہہ کر اس کا سر منہ چوما اور گود میں اٹھا لیا۔ پھر اسے بہت سا مال و دولت دے کر آزاد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اسی ہفتے کے اندر بادشاہ صحتیاب ہو گیا۔

ظلم کی ناؤ ایک دن ڈوب کر رہتی ہے

ایران کے بادشاہوں میں سے ایک کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے ظلم کا ہاتھ رعیت کے مال و دولت پر بڑھا رکھا تھا۔ اور اس کے ظلم و ستم سے لوگوں کا ناک میں دم آگیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیے ملک سے بھاگنے لگے جب رعایا کم ہو گئی تو لامحالہ اس کا اثر حکومت کی آمدنی پر پڑا اور شاہی خزانہ خالی ہو گیا۔ دشمن موقع کی تاک میں تھے۔ انھوں نے ہر طرف سے یلغار کر دی۔

مصیبت کے انہی دنوں میں ایک دن بادشاہ کی محفل میں شاہنامہ فردوسی پڑھا جا رہا تھا۔ اس میں ضحاک کی بادشاہی کے زوال اور فریدوں کے زمانے کا ذکر آیا تو وزیر نے بادشاہ سے پوچھا "آپ کو معلوم ہے کہ فریدوں کے پاس نہ خزانہ تھا نہ شان و شوکت (لاؤ لشکر) پھر اس نے سلطنت کیسے حاصل کر لی!

بادشاہ نے جواب دیا "جیسا کہ تو نے سنا لوگ ضحاک سے نفرت کی وجہ سے فریدوں کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی حمایت کرنے لگے اس طرح وہ بادشاہ بن گیا"

وزیر نے کہا جہاں پناہ جب رعایا کا جمع ہو جانا بادشاہت کا سبب ہے تو آپ مخلوق خدا کو کیوں پریشان کرتے ہیں کیا آپ کو

حکمرانی کی خواہش نہیں ہے۔"

بادشاہ نے پوچھا کہ فوج اور رعیّت کو اپنے گرد کیسے جمع کیا جا سکتا ہے؟"

وزیر نے کہا کہ بادشاہ کو بخشش سے کام لینا چاہیے اور رعیّت کو لطف و کرم سے خوش کرنا چاہیے تاکہ وہ اس کی حکومت کے سائے میں آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرے۔ اور آپ میں ان میں سے کوئی بھی صفت نہیں ہے۔"

بادشاہ کو اس دانا وزیر کی نصیحت پسند نہ آئی اس نے برہم ہو کر وزیر کو قید خانے میں ڈال دیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بادشاہ کے چچیرے بھائیوں نے سلطنت پر اپنا حق جتایا اور بادشاہ کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کر دیا۔ جو لوگ بادشاہ کے ظلم سے تنگ آ کر منتشر ہو چکے تھے۔ وہ سب اس کے چچیرے بھائیوں کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور بادشاہ پر دھاوا بول دیا۔ وہ تاب مقاومت نہ لا سکا اور ملک اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھا۔ اس طرح اس کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہوئے لوگوں کی مدد سے اس کے چچیرے بھائی حکمران بن گئے۔

ظلم کا بیج نہ بوؤ

کہتے ہیں کہ ایک شکار گاہ میں نوشیروان عادل کے لیے اس

کے غلام کباب بنا رہے تھے۔ نمک نہ تھا ایک غلام کو گاؤں کی طرف دوڑایا کہ وہاں سے لے آئے۔ نوشیرواں نے کہا کہ نمک کی قیمت دے کر لانا۔ تاکہ قیمت ادا کئے بغیر چیز لینے کی رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں اجاڑ نہ ہو جائے۔ ملازمین شاہی نے عرض کی کہ جہاں پناہ ایک چٹکی بھر نمک لینے میں کیا حرج ہے۔ نوشیران نے کہا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے تھوڑی تھی جو کوئی بعد میں آیا وہ اس میں اضافہ کرتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ انتہا کو پہنچ گیا ؎

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبے
بر آورند غلاماں او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

(اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سیب توڑ لے تو اس کے ملازم درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے اور اگر بادشاہ پانچ (تھوڑے سے) انڈے مفت کھا لے تو اس کے سپاہی ہزار مرغ لوگوں سے بجبر چھین کر سیخ پر چڑھائیں گے)

فرمانبرداری ہی میں عظمت ہے

ایک عرب بادشاہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے میر خزانہ سے کہا کہ ہمارے فلاں ملازم کا مشاہرہ دوگنا کر دو کیونکہ

ہم نے اسے بڑا خدمت گذار، فرمانبردار اور اپنے کام میں مستعد پایا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے ملازم عام طور پر کاہل اور عشرت پسند ہیں۔ ایک صاحبِ دل نے بادشاہ کی بات سنی تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور بے اختیار رونے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کا بھی یہی حال ہے۔

مہتری در قبول فرمان ست
ترکِ فرماں دلیلِ حرمان ست

سرداری (عظمت کا راز) تعمیل حکم میں ہے۔ حکم کی بجا آوری میں سستی کرنا بے نصیبی (محرومی) کی علامت ہے۔

بے گناہ کو ستانا دائمی عذاب کو دعوت دیتا ہے

ایک بادشاہ نے ایک بے گناہ کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ مجھ پر تجھے جو غصّہ ہے اس کی وجہ سے اپنا دین اور دنیا برباد نہ کر۔ قتل کی مصیبت (تکلیف) میرے لیے تو لمحہ بھر کے لیے ہو گی لیکن اس کا گناہ تیرے سر پر ہمیشہ رہے گا۔ قطعہ

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستم گر کہ جفا بر من کرد
در گردن او بماند و بر ما بگذشت

زندگی کا زمانہ صحرا کی ہوا کی طرح گزر گیا۔ مصیبت میں یا راحت میں برا یا بھلا بہر صورت گزر گیا۔ ظالم یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ہمیں عذاب دیا ہے۔ یہ عذاب ہم سے گزر گیا اور اس کی گردن کا پھندا بن گیا۔ بادشاہ کو اس کی باتوں سے عبرت ہوئی اور اس کی جان بخشی کر دی۔

ظلم کا گناہ قیامت تک پیچھا نہیں چھوڑتا

حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا ظالم گورنر تھا۔ ایک دفعہ اس نے ایک مرد پاکباز کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب ان کو گرفتار کر کے حجاج کے سامنے لائے تو اس نے ان سے کئی سوال کئے۔ انہوں نے ہر سوال کا معقول جواب دیا۔ حجاج نے جھلا کر حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔ وہ حجاج کا حکم سن کر ہنس دیئے اور پھر رونے لگے۔ حجاج نے ہنسنے اور رونے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ رونے کا سبب تو یہ ہے کہ میرے چار معصوم بچے ہیں وہ یتیم ہو جائیں گے۔ اور ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اللہ کے سامنے سرخرو ہو جاؤں گا۔ کیوں کہ ناحق جرم بے گناہی میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ ان کی بات سن کر کئی اہل دربار بہت متاثر ہوئے۔ اور انھوں نے سفارش کی کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے لیکن حجاج نے ایک نہ سنی اور ان کو قتل کر کے ہی دم لیا۔

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے خواب میں بے گناہ مقتول کو دیکھا

اور پوچھا کہ کیا حال ہے۔ انھوں نے جواب دیا " کہ حجاج کا ظلم مجھ پر ایک دو لمحوں میں گزر گیا۔ لیکن اس ظلم کا گناہ اس پر قیامت تک سوار رہے گا۔"

دوسرا باب

احسان

جو بندوں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے

کسی شخص نے خجند کے مرحوم سردار کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ہرے بھرے باغوں میں گلگشت کر رہا ہے۔ پوچھا کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک مرتبہ ایک یتیم بچے کے پاؤں سے کانٹا نکالا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو میرا یہ کام اس قدر پسند آیا کہ اس نے مجھے مرنے کے بعد ایسے باغوں سے نوازا جن میں ہر طرف پھول کھلے ہوئے ہیں ؎

مشو ناتوانا فی ز رحمت بری
کہ رحمت برندت چو رحمت بری

جہاں تک ہو سکے تو رحم سے خالی نہ ہو۔ جب تو رحم کرے گا

تو تجھ پر رحم کیا جائے گا۔

جس نے یتیم کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا

شیخ سعدی کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں بچہ تھا اور اپنا سر باپ کی گود میں رکھتا تھا تو میری قدر و منزلت بادشاہوں جیسی ہوتی تھی۔ اگر میرے جسم پر ایک مکھی تک بیٹھ جاتی تھی تو سب گھر والے پریشان ہو جاتے تھے۔ جب بچپن ہی میں میرے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تو مجھے بچوں کے درد کی خبر ہوئی۔ یہ درد وہی جان سکتا ہے جس کو یتیمی کا داغ لگا ہو۔ اے دوست جس بچے کا باپ مر گیا ہو۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ اس کے چہرے سے گرد پونچھ اور اس کے پاؤں سے کانٹا نکال۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس پر کیسی بپتا پڑی ہے۔ بے جڑ کا درخت ہرگز تازہ نہیں ہوتا جب تو کسی یتیم کو اپنے سامنے سر ڈالے دیکھے تو اپنے فرزند کے رخسار پر بوسہ نہ دے یتیم اگر روتا ہے تو اس کا ناز کون اٹھاتا ہے۔ اگر وہ غصہ کرتا ہے تو اس کو کون برداشت کرتا ہے خبردار یتیم رونہ پڑے کہ اس کے رونے سے عرش الٰہی کانپ جاتا ہے۔ محبت سے اس کی آنکھ سے آنسو پونچھ دے اور مہربانی سے اس کے چہرہ سے خاک جھاڑ دے اگر اس کے سر سے سایہ اٹھ گیا ہے تو تو اپنے سایے میں اس کی پرورش کر۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ایک گبر

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی عادت تھی کہ تنہا کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ کسی نہ کسی مہمان کو ضرور اپنے ساتھ شریک کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہاں مسلسل سات دن تک کوئی مہمان نہ آیا۔ آخر آپ مہمان کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ جنگل میں ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی جس کے سر اور داڑھی کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی اور نہایت عزت و احترام سے اپنے ساتھ گھر لائے۔ جب دستر خوان بچھا تو اس بوڑھے کے سوا سب لوگوں نے بسم اللہ کہہ کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خلیل اللہ نے فرمایا کہ بڑے میاں معلوم ہوتا ہے تم میں بوڑھوں کا سا صدق اور سوز نہیں ہے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ جب تو کھانا کھائے تو اس وقت اس سچے رزق دینے والے کا نام لے۔

بوڑھے نے کہا کہ میں تمہارے خدا کو نہیں مانتا۔ میں نے اپنے آتش پرست پیشوا سے سنا ہے کہ تمہارا راستہ (دین) برا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ جان گئے کہ یہ بوڑھا آتش پرست ہے۔ آپ نے آزردہ خاطر ہو کر دسترخوان لپیٹ دیا اور بوڑھے کو گھر سے نکال دیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوئی

کہ اے ابراہیم میں نے اس کو پیدا کیا اور سو سال سے روزی دے رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے نہیں مانتا۔ لیکن تجھے ذرا سی دیر میں اس سے اس قدر نفرت ہو گئی۔ اگر وہ آگ کے سامنے سجدہ کرتا ہے تو تو سخاوت کا ہاتھ کیوں پیچھے ہٹاتا ہے۔

احسان بہت بڑی عبادت ہے

ایک خدا پرست آدمی حجاز کے سفر پر بڑے ذوق وشوق سے روانہ ہوا۔ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتا تھا اور اگر پاؤں میں کوئی کانٹا چبھ جاتا تو فرط ذوق وشوق میں اسے پاؤں ہی میں رہنے دیتا تھا۔ شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تجھ سے بڑھ کر عبادت گذار اور راہِ خدا میں مصیبت برداشت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ قریب تھا کہ یہ وسوسہ اس کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتا کہ اللہ تعالٰی کی رحمت جوش میں آگئی اور اس کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا۔ غیب سے آواز آئی۔

مپندار گر طاعتے کردۂ
کہ نزلے بدیں حضرت آوردۂ
باحسان آسودہ کردن دلے
بہ از الف رکعت ہر منزلے

اگر تو نے عبادت کی ہے تو گھمنڈ نہ کر کہ کوئی تحفہ دربارِ الٰہی

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ایک گبر

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی عادت تھی کہ تنہا کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ کسی نہ کسی مہمان کو ضرور اپنے ساتھ شریک کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہاں مسلسل سات دن تک کوئی مہمان نہ آیا۔ آخر آپ مہمان کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ جنگل میں ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی جس کے سر اور داڑھی کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی اور نہایت عزت و احترام سے اپنے ساتھ گھر لائے۔ جب دسترخوان بچھا تو اس بوڑھے کے سوا سب لوگوں نے بسم اللہ کہہ کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خلیل اللہ نے فرمایا کہ بڑے میاں معلوم ہوتا ہے تم میں بوڑھوں کا سا صدق اور سوز نہیں ہے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ جب تو کھانا کھائے تو اس وقت اس سچے رزق دینے والے کا نام لے۔

بوڑھے نے کہا کہ میں تمہارے خدا کو نہیں مانتا۔ میں نے اپنے آتش پرست پیشوا سے سنا ہے کہ تمہارا راستہ (دین) برا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ جان گئے کہ یہ بوڑھا آتش پرست ہے۔ آپ نے آزردہ خاطر ہو کر دسترخوان لپیٹ دیا اور بوڑھے کو گھر سے نکال دیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوئی

کہ اے ابراہیم میں نے اس کو پیدا کیا اور سو سال سے روزی دے رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے نہیں مانتا۔ لیکن تجھے ذرا سی دیر میں اس سے اس قدر نفرت ہو گئی۔ اگر وہ آگ کے سامنے سجدہ کرتا ہے تو تُو سخاوت کا ہاتھ کیوں پیچھے ہٹاتا ہے۔

احسان بہت بڑی عبادت ہے

ایک خدا پرست آدمی حجاز کے سفر پر بڑے ذوق و شوق سے روانہ ہوا۔ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتا تھے اور اگر پاؤں میں کوئی کانٹا چبھ جاتا تو فرط ذوق و شوق میں اسے پاؤں ہی میں رہنے دیتا تھے۔ شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تجھ سے بڑھ کر عبادت گذار اور راہِ خدا میں مصیبت برداشت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ قریب تھا کہ یہ وسوسہ اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی اور اس کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا۔ غیب سے آواز آئی۔

مپندار گر طاعتے کردہ
کہ نزلے بدیں حضرت آوردہ
باحسان آسودہ کردن دلے
بہ از الف رکعت ہر منزلے

اگر تو نے عبادت کی ہے تو گھمنڈ نہ کر کہ کوئی تحفہ دربارِ الٰہی

میں لایا ہے۔ ایک دل کو احسان سے راحت پہنچانا ہر منزل پر ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

اللہ اپنی مخلوق سے نیکی کرنے والے کے گناہ معاف کر دیتا ہے

ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو بیابان میں دیکھا۔ غریب جانور پیاس سے مر رہا تھا۔ اس نیک دل انسان سے اس کی حالت دیکھی نہ گئی۔ اس نے اپنی پگڑی کھولی اور ٹوپی سر سے اتاری پگڑی کو رسی اور ٹوپی کو ڈول بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا اور نحیف و نزار کتے کو پلایا۔ اس کی جان میں جان آگئی۔ اس عہد کے پیغمبرِ خدا نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کے عوض اس شخص کے تمام گناہ معاف کر دیئے۔

کسے باسگے نیکوئی گم نہ کرد
کجا گم شود خیر با نیک مرد
کرم کن براں کن بر آید ز دست
جہانباں دَرِ خیر بر کس نہ بست
تو با خلق نیکی کن اے نیک بخت
کہ فردا نہ گیرد خدا بر تو سخت

جس اللہ نے کتے کے ساتھ کی ہوئی نیکی کو ضائع نہیں کیا تو نیک انسان کے ساتھ بھلائی کو وہ کب ضائع کرے گا۔ مہربانی کر

جس پر بھی تیرے ہاتھ سے ہو سکے خدا نے نیکی کا دروازہ کسی پر بند نہیں کیا ہے۔ اے نیک بخت تو مخلوق کے ساتھ نیکی کرتا کہ کل کو خدا تجھ پر سخت گیری نہ کرے۔

شیخ شبلیؒ اور ایک چیونٹی

حضرت شیخ شبلیؒ نے ایک دفعہ شہر سے گندم خریدی اور گندم کی بوری کندھے پر اٹھا کر اپنے گاؤں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر بوری کا منہ کھولا تو گندم میں ایک چیونٹی نظر آئی جو بڑی بے چینی سے ادھر ادھر دوڑ رہی تھی شیخؒ غریب چیونٹی کی پریشانی دیکھ کر سخت آزردہ ہوئے۔ اور رات بھر نہ سو سکے۔ صبح ہوتے ہی اسے پکڑا اور جہاں سے گندم لائے تھے وہیں لے جا کر چھوڑ آئے۔ شبلیؒ فرماتے تھے کہ یہ انسانیت سے بعید ہے کہ اس غریب چیونٹی کو گھر سے بے گھر کردوں۔ اللہ تعالیٰ فردوسی کی قبر پر رحمت نازل فرمائے اس نے کیا خوب کہا۔

میازار مورے کہ دانہ کش است
کہ جان دارد وجانِ شیریں خوش است

اس چیونٹی کو نہ ستا جو ایک دانہ کھینچنے والی ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی جان رکھتی ہے اور جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے

سیاہ اندروں باشد و سنگ دل
کہ خواہد کہ مورے شود تنگ دل

وہ شخص بڑا سیاہ باطن اور ظالم ہے جس کے ہاتھ سے کسی چیونٹی کو بھی دکھ پہنچے۔

سائل سے بدسلوکی اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے

ایک درویش تنگ دستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دولت مند کے دروازے پر گیا۔ اور بڑی لجاجت سے اس کے سامنے دست سوال دراز کیا۔ تنگ دل اور بد مزاج دولت مند نے مدد کرنے کی بجائے اس غریب کو خوب جھڑکا۔ سائل کا دل اس کی جھڑکیوں سے خون ہو گیا۔ اور وہ بولا کہ صاحب! مانا کہ اللہ نے آپ کو مال دیا ہے لیکن آپ اس قدر ترشرو کیوں ہیں۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ مانگنے میں طبیعت پر کس قدر جبر کرنا پڑتا ہے اور کیسا تلخ گھونٹ گلے سے اتارنا پڑتا ہے کوتاہ نظر امیر نے برافروختہ ہو کر اپنے ملازم کو حکم دیا کہ اس کو دھکے مار کر نکال دو۔ اس نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور بے چارہ درویش اس ذلت اور رسوائی پر خون کے آنسو بہا کر رہ گیا۔ دولت ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اس ناشکرے امیر کو دغا دے گئی۔ اور وہ پیسے پیسے کا محتاج ہو گیا۔ دولت نے کیا ساتھ چھوڑا نوکروں اور چاکروں نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ جس ملازم نے اس کے حکم سے غریب درویش کو دھکے مار کر نکالا تھا۔ وہ بھی اس کو چھوڑ کر ایک

دریا دل اور نیک طینت امیر کے ہاں چلا گیا۔ اس امیر کے دروازے سے کوئی مسکین خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔

ایک رات اس نیک امیر کے دروازے پر ایک فقیر نے صدا لگائی۔ اس نے ملازم کو حکم دیا کہ اس درماندہ بھکاری کو راضی کر دو۔ جب ملازم اس بھکاری کے پاس کھانا لے کر گیا تو اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ جب مالک کے پاس لوٹا تو آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ مالک نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ میں جس بھکاری کو کھانا کھلا کر آیا ہوں وہ کچھ عرصہ پہلے لاکھوں روپے کی جائیداد، مال اسباب اور سونے چاندی کا مالک تھا۔ اور میں اس کے پاس ملازم تھا۔ آج اسے بھیک مانگتے دیکھ کر میرا دل لرز اٹھا اور آنکھیں اشک بار ہو گئی ہیں۔

سخی امیر نے ہنس کر کہا کہ اے بیٹے اللہ بڑا عادل ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا تمہیں یاد ہو گا کہ جب یہ شخص امیر تھا تو اس کا دماغ آسمان پر تھا اور سائلوں کو دھکے دے کر اپنے دروازے سے نکال دیتا تھا۔ میری طرف دیکھو اور پہچانو میں وہی سائل ہوں جس کو ایک دفعہ اس نے ذلیل کر کے اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔ گردش زمانہ نے آج اس کو میری سابقہ حالت پر پہنچا دیا ہے۔ اور جس مال و دولت پر اس کو ناز تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے عطا فرمائی ہے۔

خدائے از حکمت بہ بندد درے
کشاید بفضل و کرم دیگرے
بسا مفلسِ بے نوا سیر شد
بسا کار منعم زبر زیر شد

خدا اگر کسی مصلحت سے کوئی دروازہ بند کرتا ہے۔ اپنے فضل و کرم سے دوسرا دروازہ کھول دیتا ہے۔ بہت سے بے سروسامان مفلس صاحب حیثیت بن گئے اور بہت سے مال دار تباہ حال ہو گئے۔

احسان کے ذریعہ دلوں کا شکار کرو

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ میں کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو ایک بکری کی رسی پکڑے ہوئے تھا۔ اور بکری اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ رسی کی برکت ہے ورنہ یہ بھاگ جاتی۔ نوجوان نے اس کی رسی کھول دی اور دائیں بائیں چلنا شروع کر دیا۔ وہ جدھر کا رخ کرتا بکری بدستور اس کے پیچھے پیچھے جاتی۔ میں نے تعجب کا اظہار کیا تو نوجوان نے کہا۔

"میرے بزرگ رسی اس کو میرے پیچھے نہیں لائی، بلکہ احسان کا پھندا اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ جو اس کو کہیں بھاگنے نہیں دیتا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ روزانہ

میرے ہاتھ سے جو اور سبز چارہ کھاتی ہے۔"

بداں را نوازش کن اے نیک مرد
کہ سگ پاس دارد چو نانِ تو خورد

اے نیک آدمی بُروں پر مہربانی کر۔ کتّا جب تیری روٹی کھاتا ہے تو تیری حفاظت کرتا ہے۔

کر بھلا ہو بھلا

ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ محشر کا میدان ہے زمین تانبے کی طرح گرم ہے اور گرمی کی شدت سے ہر طرف چیخ پکار ہو رہی ہے لیکن ایک آدمی جنتیوں کا لباس پہنے سائے میں کھڑا ہے۔ اس سے پوچھا کہ اے خوش بخت تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا اس نے جواب دیا کہ میرے گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی۔ ایک دن دھوپ اور گرمی سے نڈھال ایک آدمی کو میں نے اس بیل کے سایہ میں سلایا اس نے خوش ہو کر میرے حق میں دعا کی۔ آج یہ سایہ اور جنتی لباس مجھے اسی صلے میں عطا ہوا ہے۔

حاتم اور ایک سائل

ایک بوڑھے سائل نے حاتم سے دو تین تولے شکر مانگی۔ حاتم نے اس کو شکر کی ایک بوری دے دی۔ حاتم کی بیوی نے خیمہ سے کہا کہ

بوڑھے نے دو تین تولہ شکر کا سوال کیا تھا اس کو ایک بوری دینے میں کیا مصلحت تھی؟ حاتم نے کہا اس کا سوال اپنی ضرورت اور ظرف کے مطابق تھا اور میری عطا میری ہمت کے مطابق۔

حاتم کی بیٹی

ایک جنگ میں قبیلہ طے کے چند قیدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ چونکہ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور فساد برپا کیا تھا۔ حضورؐ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی بھی شامل تھی۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں میرا باپ اہل کرم میں سے تھا اس لیے آپ بھی مجھ پر کرم فرمائیں حضورؐ نے حکم دیا کہ اسے آزاد کر دو لیکن جب دوسرے قیدی قتل کیئے جانے لگے تو اس نے لجاجت سے کہا کہ میں رہائی نہیں چاہتی مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیجئے۔ میں اسے شرافت سے بعید سمجھتی ہوں کہ میں رہا ہو جاؤں اور میرے ساتھیوں کی گردن ماردی جائے۔ حضورؐ نے اس کی گفتگو سنی تو سب قیدیوں کی جان بخشی کر دی۔ اور انہیں اپنے گھر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

حاتم کا گھوڑا

کہتے ہیں کہ حاتم طائیؔ کے پاس ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا تھا۔ وہ اس قدر خوب صورت، قد آور، تیز رفتار اور اصیل تھا کہ جو اس کو دیکھتا تھا دنگ رہ جاتا تھا۔ فی الحقیقت اس برق رفتار جانور کی نظر نہیں ملتی تھی۔ ایک دفعہ شاہِ روم کے دربار میں حاتم کی بے مثال سخاوت اور اس کے بے نظیر گھوڑے کا ذکر آیا۔ بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ بغیر دلیل کے ڈینگیں مارنا بے ہودگی ہے۔ میں حاتم سے یہ گھوڑا مانگوں گا۔ اگر اس نے دے دیا تو جانوں گا کہ واقعی وہ ایک بڑا شخص ہے۔ اگر اس نے دینے سے انکار کیا تو سمجھوں گا۔ کہ اس کی شہرت محض خالی ڈھول کی آواز ہے چنانچہ اس نے ایک عقل مند قاصد آدمیوں کے ہمراہ قبیلہ طے کو روانہ کر دیا۔ تاکہ حاتم سے وہ گھوڑا مانگ لائے۔ قاصد اور اس کے ساتھی منزلوں پر منزلیں مارتے قبیلہ طے میں پہنچے اور رات کو حاتم کے ہاں شب باش ہوئے۔ اس وقت سخت بارش ہو رہی تھی اور تیز و تند ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے۔ گھر سے باہر قدم رکھنا ناممکن تھا۔ حاتم کے مویشیوں کا گلہ گھر سے دور چراگاہ میں تھا اور مہمانوں کی دعوت کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ وہ مشہورِ زمانہ گھوڑا اس کی قیام گاہ پر موجود تھا۔ یہ بات حاتم

کی جوانمردی سے بعید تھی کہ مہمان بھوکے رہیں۔ اس نے وہی گھوڑا ذبح کر کے مہمانوں کی ضیافت کی اور ان کو آسائش و راحت پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ صبح ہوئی تو قاصد نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ حاتم پر جیسے بجلی گر پڑی۔ حسرت سے اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹنے لگا اور قاصد سے کہنے لگا کہ اے نیک بخت تو پہلے حرفِ مدعا زبان پر کیوں نہ لایا۔ وہ گھوڑا تو میں نے گذشتہ شب تمہاری ضیافت کے لیے ذبح کر دیا رات کو اسی کے کباب تم نے کھائے۔ افسوس کہ اس کے سوا اور کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ اور مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ مہمان بھوکے سوئیں۔ قاصد اور اس کے ساتھی حاتم کی جواں مردی پر عش عش کر اٹھے۔ حاتم نے پھر بھی ان کو خالی ہاتھ رخصت نہ کیا۔ بلکہ بہت سے گھوڑے درہم اور خلعت دیئے۔ جب وہ شاہ روم کے پاس گئے اور اس کو سارا قصہ سنایا تو اس نے قبیلہ طے کے اس جوانمرد پر ہزار آفرین کہی اور مان لیا کہ سخاوت حاتم پر ختم ہے۔

حاتم اور شاہِ یمن

کہتے ہیں یمن میں ایک بادشاہ تھا جو بڑا فراخ حوصلہ اور سخی تھا۔ غریبوں اور محتاجوں کے لیے وہ ایسے ابرِ کرم کی حیثیت رکھتا تھا جس سے سوکھی کھیتیاں ہری ہو جاتی ہیں۔ اس کے ہاتھ سے

درہم و دینار بارش کی طرح برستے تھے اور یہ ناممکن تھا کہ کوئی حاجت مند اس کے دروازے سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ لیکن اتنی خوبیوں کے باوجود اس میں یہ عیب تھا کہ حاتم سے حسد کرتا تھا۔ اسے یہ پسند نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سامنے حاتم کی سخاوت کا نام لے وہ کہتا تھا کہ حاتم جیسا مفلس آدمی کیا سخاوت کرسکتا ہے کہ جس کے پاس نہ ملک ہے نہ خزانہ۔ ایک دفعہ اس نے شاہی جشن منایا اور اس موقع پر مخلوقِ خدا کے منہ سیم و زر سے بھر دیئے اتفاق سے دربار میں کسی شخص کے منہ سے حاتم کی تعریف نکل گئی۔ بادشاہ کا خون غصہ سے کھول اٹھا اور اس نے سمجھ لیا کہ جب تک حاتم زندہ رہے گا لوگ میری داد و دہش کا ذکر نہیں کریں گے۔ اور میرا نام دنیا میں روشن نہ ہوسکے گا۔ اس نے ایک شخص کو خلوت میں بلایا اور حکم دیا کہ جاؤ حاتم کا سر کاٹ کر لاؤ تمہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا اس شخص نے اس کام کی حامی بھر لی۔ اور قبیلہ طے کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچا تو راستے میں ایک خوش خلق اور وجیہہ جوان سے ملاقات ہوئی۔ وہ جوان نہایت محبت اور احترام کے ساتھ اس شخص کو اپنے گھر لے گیا اور ایسے خلوص سے اس کی خاطر مدارت کی کہ وہ شاہی دعوتوں کے مزے بھول گیا۔ صبح ہوئی تو اس نے جوان کا شکریہ ادا کیا اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ جوان نے بڑی لجاجت سے اصرار کیا کہ چند روز میرے

غریب خانے میں قیام فرمائیے اور مجھے خدمت کا موقع دیجئے۔
مہمان نے کہا کہ یوں تو مجھے یہاں چند روز اور ٹھہرنے میں عذر نہیں ہے لیکن میں ایک ضروری کام کے لیے نکلا ہوں اس لیے جس قدر جلدی ہو سکے میرا یہاں سے چل دینا بہتر ہے۔

جوان نے کہا ایسا بھی کیا کام ہے۔ اگر تم میرے خلوص پر اعتماد کرو اور یہ کام مجھے بتا دو تو شاید میں بھی تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔

مہمان نے کہا میں یہ راز تمہیں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ تم اس کو کسی صورت میں فاش نہیں کرو گے۔ تم ایک بہادر آدمی ہو اور بہادر پردہ پوش ہوتے ہیں۔ سنو میں یہاں حاتم طائی کو قتل کرنے آیا ہوں۔ اس کا سر شاہ یمن نے مانگا ہے اور میں اسی مقصد کے لیے حاتم کی تلاش میں ہوں۔ اگر اس کی قیام گاہ تک میری رہنمائی کرو تو یہ تمہاری مہربانی ہو گی۔

یہ سن کر جوان ہنس پڑا اور کہا کہ حاتم تو میں ہوں۔ یہ سر حاضر ہے۔ اسے میرے تن سے کاٹ لو اور فوراً یہاں سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ دن زیادہ چڑھ جائے اور تجھے کوئی نقصان پہنچائے یا میرے قبیلے کے لوگ تیری راہ میں حائل ہو جائیں۔

حاتم کی بات سن کر اس شخص پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بے اختیار حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ اس نے رو رو کر معافی مانگی

اور کہا کہ اگر میں تیرے جیسے جوانمرد کے جسم پر ایک پھول بھی ماروں تو میں مرد نہیں ہوں بلکہ مردوں کی شریعت میں عورت ہوں اس کے بعد اس نے فرطِ عقیدت و محبت سے حاتم کی آنکھوں پر بوسہ دیا اور اس سے بغل گیر ہو کر یمن کا راستہ لیا۔ بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے غضب ناک ہو کر پوچھا کہ تو خالی ہاتھ کیوں آیا ہے۔ اس نے زمین بوس ہو کر سارا قصہ سنایا اور کہا کہ عالم پناہ میں پختہ ارادہ کے ساتھ حاتم کو قتل کرنے گیا تھا۔ لیکن حاتم کے احسان اور بلند ہمتی کی تلوار نے مجھے ذبح کر ڈالا۔

جواں مرد صاحب خرد دیدمش
بمردانگی فوق خود دیدمش
مرا بار لطفش دوتا کرد پشت
بشمشیر احسان و فضلم بکشت

میں نے حاتم کو جوانمرد اور صاحبِ عقل پایا۔ اس کو میں نے مردانگی میں اپنے سے بڑھ کر دیکھا۔ اس کی نوازشات کے بوجھ نے میری کمر دوہری کر دی اور اس نے احسان اور بڑائی کی تلوار سے مجھے مار ڈالا۔

بادشاہ یہ قصہ سن کر بہت متاثر ہوا۔ اس کے دل میں حاتم سے نفرت کی بجائے محبت پیدا ہو گئی۔ اور حاتم کی عظمت کے اعتراف میں بے اختیار اس کی زبان سے نکلا ؎

مرادرا رسد گر گواہی دہند
کہ معنی وہ آوازہ اش ہمر ہند

اس کو حق ہے اگر لوگ گواہی دیں کہ حاتم فی الحقیقت ویسا ہی ہے جیسی اس کی شہرت ہے۔

جوانمردی بُرے کے ساتھ احسان کرنے میں ہے

ایک شخص کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا۔ بہت کوشش کی لیکن اسے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ناچار تھک ہار کر بیٹھ گیا سنسان جنگل، شدید سردی اور تیز بارش پہلے ہی کچھ کم مصیبت نہ تھی۔ اب گدھے کی وجہ سے اسے رات بھر وہیں بیٹھنا پڑا تو جھلاہٹ میں اپنا دماغی توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اور بادشاہ وقت کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا اتفاق سے بادشاہ شکار کھیلتے کھیلتے ادھر آ نکلا۔ اس شخص کی گالیاں سن کر وہیں رک گیا اور ملازموں سے کہنے لگا کہ یہ شخص مجھ پر کیوں اتنا غصہ نکال رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ عالی جاہ ایسے نابکار اور بے ہودہ گو کا علاج تلوار ہی کر سکتی ہے اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دی جائے۔ عالی حوصلہ بادشاہ نے ان کا مشورہ رد کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ مصیبت انسان کو چڑچڑا اور بدمزاج بنا دیتی ہے۔ اس بے چارے کے گدھے کو کیچڑ سے نکلوایا اور انعام واکرام دے کر اس کا دل خوش کر دیا اب وہ گالیوں کی

بجائے بادشاہ کو دعائیں دینے لگا۔ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی اَحسِن اِلیٰ مَن اَسا

بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا آسان ہے۔ اگر تو جوانمرد ہے۔ تو بُرائی کرنے والے کے ساتھ احسان کر۔

شیر بن کر دوسروں کو کھلاؤ

ایک درویش نے جنگل میں ایک لومڑی کو بے ہاتھ پاؤں کے دیکھا۔ خدا کی کاری گری پر حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ بغیر ہاتھ پاؤں کے یہ کھاتی کہاں سے ہے۔ وہ اسی سوچ میں تھا کہ وہاں ایک شیر منہ میں گیدڑ دبائے آگیا۔ شیر نے گیدڑ کھا کر کچھ حصہ باقی چھوڑ دیا اور وہاں سے چل دیا۔ اب لومڑی گھسٹتی ہوئی آگے بڑی اور بچے کھچے گیدڑ سے اپنا پیٹ بھر لیا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ یہ دیکھ کر درویش نے سوچا کہ روزی کا انحصار ہاتھ پاؤں ہلانے پر نہیں ہے اگر میں گوشۂ قناعت میں بیٹھ جاؤں تو جو خدا لنگی لومڑی کو روزی پہنچاتا ہے۔ مجھے بھی غیب سے رزق بھیج دے گا چنانچہ وہ ایک مسجد کے حجرے میں جا بیٹھا اور روزی کمانے کی فکر چھوڑ دی۔ شاید کسی کو اس کے گوشہ نشین ہونے کا علم نہ ہوا یا لوگوں نے دانستہ اس کی خبر نہ لی دو چار ہی دنوں میں فاقوں کے

مارے اس کا بُرا حال ہو گیا۔ اس وقت اسے محراب سے آواز آئی کہ اے کم بخت جا اور پھاڑنے والا شیر بن لنجی لومڑی مت بن ؎

بچنگ آرد بادیگراں نوش کن
نہ بر فضلۂ دیگراں گوش کن

شکار مار کر دوسروں کو کھلا۔ دوسروں کے نیچے کھچے ہوئے پہ نظر مت رکھ۔

بخیل ہمیشہ محروم رہتا ہے

ایک خدا رسیدہ درویش اپنی کسی ضرورت کے لیے ایک دولتمند آدمی کے دروازے پر گئے۔ یہ شخص سخت بخیل اور متکبر تھا۔ اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ درویش نے بہتیری صدائیں دیں۔ لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ قریب ہی ایک اندھا رہتا تھا۔ اس نے سنگ دل امیر کے دروازے پر سائل کی صدائیں سنیں تو لاٹھی سے راستہ ٹٹولتا ہوا باہر آیا۔ اور سائل کے پاس آکر نہایت عجز سے کہا کہ میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیے اور مجھ مسکین کا نان و نمک قبول فرمائیے۔ درویش نے نیک اندھے کی درخواست قبول کر لی اور کھانا کھا کر دعا کی الٰہی اس کی آنکھوں کو روشن کر دے۔ اندھا رات کو سویا۔ تو اس کی آنکھوں سے پانی کے چند قطرے نکلے صبح اس نے آنکھ کھولی تو اس کی بصارت عود کر آئی۔ یہ خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی۔ جب اس بخیل کے کانوں میں اس

کی بھنک پڑی تو کف افسوس ملتا ہوا بینائی کی دولت پانے والے کے پاس گیا اور پوچھا کہ اے نیک بخت بتا یہ دولت تجھے کیسے مل گئی اس نے جواب دیا کہ تو کم نظر اور بے عقل تھا کہ دنیا کی لالچ میں ایک بزرگ پر اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بزرگوں کی پابوسی کرنے سے بصیرت بھی ملتی ہے اور بصارت بھی یہ سن کر بدبخت بخیل بصد حسرت یہ کہتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا ؎

کہ شہباز من صید دام تو شد
مرا بود دولت بنام تو شد

ہائے افسوس کہ یہ شہباز میرا تھا لیکن تیرے جال میں پھنس گیا۔ یہ دولت میرے گھر آئی تھی لیکن میں بدبختی کی وجہ سے محروم رہا اور تجھے مل گئی۔

غریب پڑوسی فاقہ سے ہو تو روزے سے کیا فائدہ

ایک غریب سپاہی شاہی محل کے قریب رہتا تھا۔ اسے روزانہ شاہی مطبخ سے بچا کھچا کھانا آجاتا تھا اور وہ اپنی بیوی بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ ایک دن شاہی مطبخ سے کھانا نہ آیا اور اس کے بچے بھوک سے بلکنے لگے۔ بیوی نے کہا کہ اے نیک بخت خود جا کر کھانا لے آ۔ بچے بھوک کی وجہ سے رو رو کر ہلکان ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا مطبخ آج ٹھنڈا ہے کیونکہ بادشاہ نے روزہ رکھا ہے

بیوی آہ سرد بھر کر بولی معلوم نہیں بادشاہ کو اس روزے سے کیا حاصل ہوگا۔ ہمارے بچوں کی عید تو اس کے روزہ نہ رکھنے میں ہے۔

مسلم کسے را بود روزہ داشت
کہ درماندہ را دہد نان چاشت

روزہ رکھنا اس کے لیے ٹھیک ہے جو کسی مسکین کو دوپہر کی روٹی کھلادے۔

ایک خدا پرست درویش اور چرب زبان ٹھگ

ایک چرب زبان ٹھگ ایک خدا پرست درویش کے پاس گیا اور کہا میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ شومئی قسمت سے ایک کمینے آدمی سے دس درم قرض لے بیٹھا ہوں اس کے بار بار تقاضوں سے میرا جینا حرام ہو گیا ہے۔ کمبخت دن رات سایہ کی طرح میرے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اس کی گالیوں اور طعنوں سے میرا دل چھلنی ہو گیا ہے۔ خدا کے لیے اس ملعون سے میرا پیچھا چھڑائیے نیک طینت درویش نے اس کی ہتھیلی پر دو اشرفیاں رکھ دیں۔ اور وہ خوش خوش وہاں سے رخصت ہوا۔ ایک اور آدمی جو یہ ماجرا دیکھ رہا تھا درویش سے کہنے لگا قبلہ آپ کو معلوم نہیں یہ کون ہے؟ یہ تو رسوائے زمانہ ٹھگ ہے اگر وہ مر

جائے تو اس پر رونا بھی جائز نہیں چہ جائے کہ اسے خیرات دی جائے۔

درویش نے فرمایا کہ بھائی اگر وہ سچا ہے تو ہم نے مخلوق سے اس کی عزت بچا دی ہے اگر اس نے بے حیائی اور مکاری سے جھوٹ بولا تو میں نے اس کی بےہودگی سے اپنی آبرو بچا لی ہے

بد و نیک را بذل کن سیم و زر
کہ ایں کسب خیرست و آں دفع شر

برے اور اچھے پر چاندی سونا خرچ کر اس لیے کہ یہ ایک طرف تو بھلائی کمانا ہے اور دوسری طرف شر کو دور کرنا ہے۔

محلّے کا دوکاندار

ایک نیک دل آدمی سے اس کی بیوی نے شکایت کی کہ ہماری گلی کے بنیئے کی چیزیں ستھری نہیں ہوتیں اور یہ بازار سے مہنگی بھی ہوتی ہیں۔ اسی لیے کوئی گاہک اس کی دوکان پر نہیں بھٹکتا تم بھی اس گندم نما جو فروش سے سودا نہ خریدا کرو اور چار قدم آگے جا کر بازار سے خرید لایا کرو۔

اس بھلے آدمی نے جواب دیا کہ نیک بخت اس شخص نے ہم سے فائدہ اٹھانے کی امید پر ہی یہاں دکان کھولی ہے اس کو روزی سے محروم کرنا انسانیت نہیں ہے۔

رہِ نیک مردان آزادہ گیر
چو استادہ دستِ افتادہ گیر
بخشائے کانان کہ مرد حقند
خریدارِ دکان بے رونقند

نیک اور سخی لوگوں کا طریقہ اختیار کر۔ جب تو کھڑا ہے تو گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑ۔ عفو و درگزر سے کام لے اس لیے کہ اللہ کے نیک بندے بے رونق دوکان ہی سے سودا خریدتے ہیں۔

بخیل باپ اور سخی بیٹا

ایک کنجوس آدمی اپنی دولت پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ دنیا کی دولت تو بہت جمع کر لی لیکن آخرت کے لیے کچھ بھی نہ کمایا۔ یہاں تک کہ ایک دن خالی ہاتھ اور خالی دامن دنیا سے اُٹھ گیا اور ڈھیروں دولت اس کی بدبختی پر ماتم کرتی رہ گئی۔ اس کا لڑکا نہایت نیک اور دریا دل تھا۔ اس نے غریبوں مسکینوں اور حاجت مندوں پر اپنے گھر کے دروازے کھول دیئے اور باپ کی دولت کو نیک کاموں پر صرف کرنا شروع کر دیا۔ اس شخص نے اسے ملامت کی کہ باپ کی ساری عمر کی گاڑھے پسینے کی کمائی تو کیوں بے دریغ صرف کر رہا ہے۔ شاید تو نہیں جانتا کہ خالی ہاتھ آدمی کو کوئی منہ نہیں لگاتا۔ بہتر یہی ہے کہ اپنا ہاتھ روک کر خرچ

کر کیوں کہ تیری سخاوت سے فقیر مالدار نہیں بنیں گے البتہ تو فقیر ہو جائے گا۔

اس شخص کی باتیں سن کر سخی نوجوان کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں اور اس نے بگڑ کر کہا اے خیر سے روکنے والے اپنی نصیحت اپنے پاس ہی رکھ۔ جو دولت میرے ہاتھ آئی ہے میرے باپ نے کہا تھا کہ میرے دادا کی میراث ہے۔ انھوں نے کنجوسی سے اس کو جمع کیا تھا۔ اور حسرت سے اسے چھوڑ کر مر گئے۔ میں ان کا طریقہ کیوں اختیار کروں۔ یہی بہتر ہے کہ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو کھلاؤں اور ان کی دعائیں لوں۔ میرے مرنے کے بعد لوگ اسے لوٹیں گے۔ اب یہ میری ملکیت ہے مرنے کے بعد میرا اس پر کچھ اختیار نہ ہو گا۔ اس لیے مجھے کیا پڑی ہے کہ دوسروں کے لیے اس کی حفاظت کروں اور خزانے کا سانپ بن کر بیٹھا رہوں ؎

بدنیا توانی کہ عقبیٰ خری
بخر جانِ من ورنہ حسرت خوری

تو یہ کر سکتا ہے کہ دنیا کے بدلے آخرت خرید لے۔ خرید لے میری جان ورنہ پچھتائے گا۔

مبارک ہے وہ زندگی جو دوسروں کے کام آئے

ایک نیک اور فیاض آدمی پر برا وقت آپڑا اور وہ سخت تنگ

دست ہو گیا۔ اس حالت میں اس کو ایک شریف آدمی کا خط ملا اس نے لکھا تھا کہ آج کل میں سخت مصیبت میں ہوں۔ گردشِ زمانہ نے مجھے مقروض کر دیا اور پھر قرض ادا کرنے کی مہلت نہ دی۔ اب قرض ادا نہ کرنے کی پاداش میں قید خانے میں پڑا ہوں اگر تم چند درہم دے کر میری دستگیری کرو تو اس مصیبت سے نجات پا سکتا ہوں۔

یہ خط پڑھ کر تنگ دست سخی کا دل بھر آیا۔ پیسہ تو پاس نہ تھا اس شریف آدمی کی شخصی ضمانت دے دی اور اسے رہائی دلا کر کہا کہ جاؤ اور روزگار کی تلاش کرو۔ جب وہ چند دن تک واپس نہ آیا تو قرض خواہوں نے ضامن کو قید کرا دیا۔ وہ ہنسی خوشی قید کے دن کاٹنے لگا۔ اسی حالت میں اس کا آخری وقت آپہنچا ایک نیک آدمی نے اس سے کہا کہ افسوس تو قید خانے میں مر رہا ہے۔ اس نے کہا میری جوانمردی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک شریف انسان قید کا دکھ سہے اور میں آرام سے رہوں۔ شکر ہے کہ میری زندگی کسی کے کام آگئی ؎

دل زندہ ہرگز نگردد ہلاک
تنِ زندہ دل گر بمیرد چہ باک

(زندہ دل ہلاک نہیں ہوتا۔ جس کا دل زندہ ہو اس کا جسم مر جائے تو کیا مضائقہ ہے۔)

احسان کا بدلہ احسان

ایک نوجوان نے کسی مشکل وقت میں ایک بوڑھے کی مدد کی تھی گردش زمانہ سے یہ نوجوان کسی سنگین جرم میں گرفتار ہو گیا۔ اور اسے قتل کی سزا دی گئی۔ سپاہی اس کو لے کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے تو تماشا دیکھنے کے لیے سارا شہر اُمڈ پڑا۔ ان میں وہ بوڑھا بھی تھا۔ اپنے محسن نوجوان کو اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل زخمی ہو گیا اور وہ زور زور سے دہائی دینے لگا کہ اے لوگو! ہمارا نیک دل بادشاہ فوت ہو گیا افسوس صد افسوس کہ آج دنیا تاریک ہو گئی۔ سپاہی اور دوسرے لوگ یہ بُری خبر سن کر غمزدہ اور پریشان ہو گئے اور اس نوجوان کو وہیں چھوڑ کر شاہی محل کی طرف بھاگے بوڑھے نے فوراً نوجوان کی زنجیریں کھول کر اسے بھگا دیا اور خود اس کی جگہ بیٹھ گیا۔

سپاہی محل میں پہنچے تو بادشاہ کو زندہ و سلامت موجود پایا۔ کھسیانے ہو کر واپس آئے تو نوجوان کی جگہ بوڑھے کو وہاں بیٹھے دیکھا اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔

بادشاہ نے غضب ناک ہو کر پوچھا کہ اے بڈھے تو نے میرے مرنے کی خبر کیوں اڑائی آخر میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا؟

بوڑھے نے ہاتھ باندھ کر عرض کی " جہاں پناہ میرے جھوٹ بولنے سے آپ پر کوئی آنچ نہیں آئی لیکن میرے محسن نوجوان کی جان بچ گئی۔ فلاں وقت اس نے میری دستگیری کی تھی آج اس کو مصیبت میں گرفتار دیکھا تو انسانیت اور جوانمردی نے تقاضا کیا کہ اس کی مدد کروں۔ اسی لیے میں نے یہ حیلہ اختیار کیا ۔"

بادشاہ یہ قصہ سن کر ایسا خوش ہوا کہ نہ صرف بوڑھے کو انعام و اکرام دے کر رہا کر دیا بلکہ اس نوجوان کی معافی کا حکم بھی صادر کر دیا نوجوان قید سے نکل کر ادھر ادھر جان چھپاتا پھرتا تھا کسی نے اس کو معافی کی خوشخبری سنائی اور پوچھا کہ تیری جان کیسے بچ گئی۔ اس نے جواب دیا کہ ایک حقیر رقم میرے کام آگئی جو میں نے اس سائل کو ضرورت کے وقت دی تھی۔

جوئے باز دارد بلائے درشت
عصائے ندیدی کہ عوجے بکشت
حدیث درست آخر از مصطفےٰ است
کہ بخشائش و خیر دفع بلاست

بعض اوقات ایک جو سخت مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ معمولی لاٹھی نے عوج کو مار ڈالا۔ آخر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیث بھی تو ہے کہ عطا اور بھلائی بلا کو دفع کرنے والی ہے۔

بخیل کی عبادت اور شیریں کلامی کسی کام کی نہیں

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے سنا کہ روم کے نواح میں ایک خدارسیدہ بزرگ ہے جو نہایت پاک طینت اور عبادت گذار ہے۔ مجھے اس کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ کچھ دوسرے لوگوں کو میرے ارادہ کا علم ہوا تو وہ بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اور ہم سب اس بزرگ کی زیارت کے لیے روانہ ہو پڑے طویل اور پُر صعوبت سفر کے بعد ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس وقت ہماری بری حالت تھی تھک کر چور ہو چکے تھے اور بھوک سے جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ اس بزرگ نے نہایت گرم جوشی سے ہمارا خیر مقدم کیا ہر ایک کے ہاتھوں اور سر آنکھوں کو چوما اور نہایت وقار اور عزت سے بٹھایا۔ اس کے جاہ حشم کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ سونے چاندی کی ریل پیل تھی ہر طرف مستعد خدام دوڑتے پھرتے تھے اور حدِ نظر تک اس کے کھیت اور باغ پھیلے ہوئے تھے۔ بایں ہمہ اس کا چولہا ٹھنڈا تھا اور اس نے ہمیں کھانا کھلانا تو درکنار اس کے بارے میں ذکر تک نہ کیا۔ البتہ خندہ جبینی اور شیریں زبانی کا یہ عالم تھا۔ کہ بات بات پر بچھا جاتا تھا اور اہلاً و سہلاً و مرحبا کہتے اس کی زبان نہ تھکتی تھی۔ بھلا خالی خولی باتوں سے ہمارے پیٹ کی آگ کیسے بجھ سکتی تھی۔ دل ہی دل میں کڑھتے

بھتے اور سوچتے بھتے کہ یہ بزرگ تو بے پھل کے درخت کی طرح بے فیض ہے ۔ رات ہوئی تو اس نام نہاد بزرگ نے مصلّےٰ پکڑ لیا اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گیا ۔ اس نے ساری رات اللہ اللہ کرتے گذار دی اور پلک تک نہ جھپکائی ۔ ادھر ساری رات ہم بھوک کے مارے انگاروں پر لوٹتے رہے ۔ اور اس کی جان کو روتے رہے ۔ صبح ہوئی تو اس بزرگ نے عبادت سے فارغ ہو کر پھر میٹھی میٹھی باتیں شروع کر دیں ۔ لیکن کیا مجال کہ اپنی گفتگو میں کھانے کا ذکر تک آنے دے ۔

میرے ساتھیوں میں ایک جوان نہایت خوش طبع اور لطیفہ گو تھا وہ نہ رہ سکا اور اس عابد شب زندہ دار سے کہا کہ حضرت ہمیں آپ کا بوسہ نہیں توشہ چاہیے ۔ آپ کی شیریں کلامی اور محبت ہمارے کس کام کی ! بہتر ہو گا کہ آپ ہمارے سر پر جوتے ماریں اور کھانے کو کچھ دے دیں ۔

با ایثار مرداں سبق بردہ اند
نہ شب زندہ داراں دل مردہ اند
کرامت جوانمردی و نان دہیست
مقالات بیہودہ طبلِ تہیست

لوگوں کو ایثار کی بدولت بڑی اسبقت/ حاصل ہوئی ہے شب زندہ دار لوگوں کا دل مردہ نہیں ہوتا شرافت، سخاوت اور روٹی

دینا ہے بے ہودہ اور لایعنی باتیں محض خالی ڈھول ہیں۔

دولت کا صحیح مصرف

ایک دفعہ دمشق میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ دانے دانے کو ترسنے لگے۔ ہر طرف پریشان حال لوگ بھوک سے ایڑیاں رگڑتے نظر آتے۔ کھیتیاں اور باغ اجڑ گئے یہاں تک کنوؤں اور چشموں کا پانی بھی سوکھ گیا۔ دمشق میں میرا ایک دوست تھا جسے اللہ نے ہر قسم کی نعمتیں بافراط دے رکھی تھیں۔ اس کے گھر میں دولت کی ریل پیل تھی۔ قحط کے دنوں میں اس سے میری ملاقات ہوئی تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ دوست تجھ پہ کیا مصیبت پڑی ہے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہو اس نے خشم آلود ہو کر جواب دیا کہ تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ خلقِ خدا کس مصیبت میں گرفتار ہے آخر جان بوجھ کر انجان بننے سے کیا فائدہ؟

میں نے کہا کہ بھائی قحط کا حال تو مجھے معلوم ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس کا اثر تجھ جیسے آسودہ حال آدمی پر کیسے پڑ سکتا ہے زہر اس جگہ ہلاک کرتا ہے جہاں تریاق نہیں ہے۔ قحط سے تو نادار ہی مرتے ہیں جن کو اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے ان پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے آخر بطخ کو پانی کے طوفان سے کیا خطرہ ہو سکتا

ہے۔

میرے دوست نے رنجیدہ ہو کر میری طرف ایسے دیکھے جیسا کہ ایک عالم جاہلِ مطلق کو دیکھتا ہے۔ اور پھر کہا کہ اے دوست انسان کنارے پر ہو لیکن اس کے دوست دریا میں ڈوب رہے ہوں تو اس کو کیسے چین آسکتا ہے۔ میرا چہرہ بے سروسامانی کی وجہ سے زرد نہیں ہے بلکہ بے کس لوگوں کی مصیبت اور غم نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ لوگ روٹی کے ایک ایک لقمے کو ترس رہے ہیں تو میرے حلق میں لقمہ زہر بن جاتا ہے۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے کہ لوگ روکھی سوکھی روٹی کو ترسیں اور میں مرغن کھانے کھاؤں۔ خدا نے مجھے دولت اس لیے نہیں دی کہ اپنا جسم پالتا رہوں اور محتاجوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلوں۔ ایسے دولت مند پر لعنت ہے جو اپنی دولت اللہ کے بندوں کی حاجتیں پوری کرنے پر صرف نہیں کرتا۔

نیک بخت اور بدبخت

ایک عقلمند سے لوگوں نے پوچھا کہ نیک بخت کون ہے اور بدبخت کون؟

اس نے کہا کہ نیک بخت وہ ہے جس نے کھایا اور بویا (یعنی بخشش اور سخاوت کی) اور بدبخت وہ جو مر گیا اور چھوڑ گیا۔

مکن نماز براں ہیچ کس کہ ہیچ نہ کرد
کہ عمر در سرِ تحصیل ماں کرد و نخورد

کسی ایسے کے جنازے کی نماز نہ پڑھ کہ جس نے کچھ نہ کیا جس نے مال جمع کرنے میں عمر ختم کردی اور کچھ نہ کھایا۔

لوگوں پر کرم کرو اور احسان نہ جتاؤ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو نصیحت فرمائی کہ تو لوگوں پر اسی طرح احسان کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کیا ہے یعنی سخاوت اور بخشش کیا کر۔

نشنید۔ عاقبت شنیدی
اس نے نہ سنا۔ تو نے اس کا انجام سنا[ا]؟

آں کس کہ بدینار و درم خیر نیند وخت
سرِ عاقبت اندر سرِ دینار و درم کرد
خواہی متمتع شوی از نعمتِ دنیا
با خلق کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

جس شخص نے روپے پیسے سے بھلائی جمع نہ کی اس نے روپے

ا مشہور ہے کہ قارون کا تمام خزانہ اس کی چھاتی پر رکھ دیا گیا اور وہ زمین میں دھنس گیا اور دھنستا جارہا ہے۔

پیسے کی فکر میں اپنی زندگی اور عاقبت برباد کرلی۔ اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا کی نعمت سے فائدہ اٹھائے تو لوگوں پر کرم کر جیسا کہ تجھ پر خدا نے کرم کیا ہے۔ عربی کی ایک ضرب المثل ہے جُدْ وَلَا تَمْنُنْ لِاَنَّ الفائدۃ الیک عائدۃ یعنی سخاوت کر اور احسان نہ جتا۔ اس لئے کہ فائدہ تجھے ہی پہنچتا ہے (یعنی سخاوت کر نفع تو تمہارے پاس اجر کی صورت میں واپس آجائے گا۔) ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

تو اس پر احسان نہ جتا کہ بادشاہ کی خدمت کرتا ہے۔ تو اس کا احسان سمجھ کہ اس نے مجھے خدمت میں لگا رکھا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی انگوٹھی

کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (مشہور اموی خلیفہ) کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کا نگ اتنا قیمتی تھا کہ جوہری اس کی قیمت لگانے سے قاصر تھے۔ ایک دفعہ ملک میں سخت خشک سالی ہوئی۔ اور لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیت المال کا منہ کھول دیا اور محتاجوں کی امداد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنی انگوٹھی اتار کر حکم دیا کہ اسے فروخت کر دیا جائے اور جس قدر رقم حاصل ہو اس

کو درویشوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ اس انگوٹھی کی قیمت فروخت سات دن تک ملک بھر کے محتاجوں اور مسکینوں میں بٹتی رہی اور وہ نہال ہو گئے

اس شخص نے ان سے کہا کہ آپ نے کیا کیا۔ اس انگوٹھی کا نایاب نگ اب پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور انھوں نے فرمایا کہ یہ بات خدا کو کیسے پسند آسکتی ہے کہ لوگ بھوکوں مر رہے ہوں اور میں قیمتی انگوٹھی اپنے ہاتھ میں پہنے رہوں حالاں کہ مجھ پر ان کی نگہداشت اور خدمت فرض کی گئی ہے۔

بخیل کا مال

ایک دولت مند بخیل، کا لڑکا سخت بیمار تھا۔ اس کے بہی خواہوں نے اس سے کہا کہ قرآن مجید کا ختم کرو۔ ایک قرآن پڑھ کر اس کی صحتیابی کے لیے دعا کرو یا قربانی (صدقہ) دے بخیل سوچ میں پڑ گیا اور پھر کہنے لگا کہ قرآن ختم کرنا زیادہ مناسب ہے کیوں کہ قربانی کے جانوروں کا ریوڑ بہت دور ہے۔ ایک صاحب دل نے سنا تو کہا قرآن ختم کرنا اسے اس لیے پسند آیا ہے کہ قرآن تو اس کی نوکِ زبان پر ہے اور روپیہ اس کی جان میں اٹکا ہوا ہے

ور لغا گردن طاعت نہادن
گرش ہمراہ بودے دست دادن

بدیناری چو خر در گل بمانند
ور الحمد ے بخواہی صد بخوانند

عبادتِ الٰہی (اکثر لوگوں اور بالخصوص بخیلوں پر) بہت گراں گذرتی، اگر اس کے ساتھ ہاتھ سے دینے کی شرط بھی ہوتی۔
بخیلوں کو ایک دینار خرچ کرنا پڑے تو وہ کیچڑ میں پھنسے ہوئے گدھے کی مانند بن جاتے ہیں ہاں اگر الحمد پڑھواؤ تو سو بار پڑھ دیں۔

تیسرا باب

قناعت

بدمزاج آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے مرجانا بہتر ہے

ایک درویش کو بخار آگیا۔ کسی نے رائے دی کہ فلاں شخص سے گلقند مانگ لے اس کے استعمال سے تیز بخار اتر جائے گا اتفاق سے جس شخص کے پاس گلقند تھی وہ سخت بدمزاج تھا۔ اور لوگ اس کی بدمزاجی اور ترشروی سے پناہ مانگتے تھے۔ درویش نے جواب دیا اے بیٹے میرے لیے موت کی تلخی چکھنا آسان ہے لیکن اس بدمزاج کی ترشروی برداشت کرنا ممکن نہیں ہے

مرو در پئے ہرچہ دل خواہدت   کہ تمکینِ تن نورِ جاں کاہدت

دل کی ہر خواہش پر مارا مارا نہ پھر کہ جسم کا آرام تیری جان کے نور کو گھٹا دے گا۔

اُدھار لینے سے عزت گھٹتی ہے

ایک شخص بازار میں گھوم پھر کر گنڈیریاں بیچ رہا تھا۔ اس نے بازار کے کونے میں ایک درویش کو دیکھا جو اس کا شناسا تھا۔ گنڈیری والے نے اس سے کہا کہ بھائی تو بھی گنڈیریاں لے لے پیسوں کی فکر نہ کر جب تیرے پاس ہوں دے دینا۔

درویش نہایت قناعت پسند اور سمجھ دار تھا۔ اس نے جواب دیا نہیں شکریہ۔ شاید تو پیسوں کی وصولی کے لیے زیادہ صبر نہ کر سکے۔ لیکن میں گنڈیریوں سے صبر کر سکتا ہوں ؎

حلاوت ندارد شکر در نیش
چو باشد تقاضائے تلخ از پیش

اس گنے کی شکر مٹھاس نہیں رکھتی جس کے پیچھے تلخ تقاضہ ہو

سود کھانے والا اپنی عاقبت برباد کرتا ہے

ایک سود خوار سیڑھی سے گر پڑا اور فوراً دم توڑ دیا۔ اس کے لڑکے نے چند دن صف ماتم بچھائی اور پھر دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو گیا۔ ایک رات اس نے خواب میں اپنے باپ کو دیکھا اور پوچھا کہ آپ حشر و نشر اور حساب کتاب سے کیسے چھوٹے اور اب کس حال میں ہیں۔ اس نے جواب دیا ؎

بگفت اے پسر قصہ یرمن بخواں
بدوزخ درافتادم از نردباں

کہ اے بیٹے یہ قصہ نہ دوہرا میں سیڑھی سے سیدھا دوزخ میں آگرا۔

روزی کے معاملے میں اللہ پر بھروسہ رکھو

ایک شیر خوار بچے کے دانت نکل رہے تھے اور اس کا مفلس باپ اس فکر میں غلطاں تھا کہ اس بچے کے لیے روزی کہاں سے لاؤں گا۔ یہ تو انسانیت سے بعید ہے کہ اس کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں اس نے یہ بات اپنی بیوی سے کہی اس بلند ہمت خاتون نے کیا خوب جواب دیا۔

مخور ہولِ ابلیس تا جاں دہد
ہماں کس کہ دنداں دہد ناں دہد

شیطان تمہارے دل میں جو وسوسہ ڈال رہا ہے کہ بچہ بھوک سے مرجائے گا۔ اس کی بات سن کر گھبراؤ نہیں اور یاد رکھو کہ جس نے دانت دیئے ہیں وہی روزی بھی دے گا۔

دوسروں کے تر مال سے گھر کی روکھی سوکھی اچھی ہے

ایک غریب بڑھیا نے ایک بلی پال رکھی تھی۔ جو روکھی سوکھی

بڑھیا کھاتی تھی وہی بلی کو مل جاتی تھی۔ اسی طرح دونوں امن کے دن گذار رہی تھیں۔ ایک دن بلی لذیذ کھانوں کے لالچ میں ایک امیر آدمی کے مہمان خانے میں چلی گئی۔ امیر کے ملازم کھانوں کی نگرانی کر رہے تھے انھوں نے تاک کر بلی پر تیر چلایا جو اس کی ہڈی میں ترازو ہو گیا۔ بے چاری وہاں سے اس حال میں بھاگی کہ ہڈیوں سے خون ٹپک رہا تھا اور خوف سے بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دل میں یہ کہہ رہی تھی۔

اگر جستم از دست ایں تیر زن
من و موش و ویرانہ پیر زن

اگر میں اس تیر انداز کے ہاتھ سے بچ نکلی تو میں ہوں گی اور چوہے اور بڑھیا کی کٹیا۔ آئندہ کبھی بھول کر بھی دوسروں کے تر مال پر نظر نہ ڈالوں گی۔

مال فتنے کی جڑ ہے

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بھوکے اور ننگے درویش کے پاس سے گذرے۔ اس نے عرض کی یا حضرت دعا کریں کہ اللہ مجھے آسودہ کر دے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کے حق میں دعا کی اور چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ پھر اسی جگہ سے گذرے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ درویش کو سپاہیوں نے گرفتار کیا ہوا ہے اور اس

کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے بتایا کہ اس شخص نے شراب پی کر لوگوں سے دنگا فساد کیا اور ایک آدمی کو قتل کر ڈالا اب اسی جرم میں گرفتار ہے۔

آنکس کہ توانگرت نمی گرداند
او مصلحت تو از تو بہتر داند

جو خدا تمہیں مال دار نہیں بناتا، وہ تیری بہتری تجھ سے بہتر جانتا ہے۔

محنت سے روزی کمانا غلامی کرنے سے بہتر ہے

دو بھائیوں کا قصہ ہے ان میں سے ایک بادشاہ کا ملازم تھا اور دوسرا محنت سے روزی کماتا تھا۔ ایک دن بادشاہ کے ملازم آسودہ حال بھائی نے دوسرے سے کہا کہ تو شاہی ملازمت کیوں اختیار نہیں کر لیتا تاکہ محنت و مشقت کرنے سے تمہاری جان چھوٹے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ تم کام کیوں نہیں کرتے تاکہ خدمت (چاکری) کی ذلت سے نجات پاؤ۔ داناؤں کا قول ہے کہ

نان جو خوردن و نشستن بہ کہ کمر زریں بستن و بخدمت ایستادن

جو کی روٹی (یعنی روکھی سوکھی) کھا کہ عزت سے گھر میں بیٹھنا بہتر ہے اس سے کہ سنہری پیٹی باندھ کر دوسروں کی غلامی کی جائے۔

ایک غیور درویش

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا جو فاقوں کی وجہ سے سخت لاغر اور خستہ حال ہو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اس شہر میں فلاں تونگر بڑا دریا دل ہے۔ تم اس کے پاس کیوں نہیں جاتے کہنے لگا:۔

"خاموش کہ در سختی و فقر مردن بہ کہ حاجت پیش کسے بردن"

خاموش! کہ فقر و فاقہ میں (خودداری کے ساتھ) مر جانا بہتر ہے اس سے کہ دوسروں کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلایا جائے۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

(حق یہ ہے کہ ہمسائے کی مدد سے بہشت میں جانا دوزخ کے عذاب کے برابر ہے۔)

خوددار اور غیور آدمی سے بڑھ کر کوئی بلند ہمت نہیں

(عرب کے مشہور سخی) حاتم طائی سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تو نے اپنے سے زیادہ بلند ہمت کوئی شخص دیکھا ہے۔ اس نے کہا ہاں ایک دن میں نے امرائے عرب کی دعوت کی تھی اور اس موقع پر چالیس اونٹ ذبح کئے تھے۔ جب میرے گھر میں یہ تقریب منعقد تھی

ایک ضرورت کے لیے میں باہر جنگل میں گیا۔ وہاں میری نظر ایک لکڑہارے پر پڑی جو لکڑیوں کا گٹھا باندھ رہا تھا (تاکہ اسے بیچ کر روزی کمائے) میں نے اس سے کہا کہ تو حاتم کا مہمان کیوں نہیں بنتا کہ ایک دنیا اس کے دسترخوان پر جمع ہے۔ اس نے جواب دیا

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد　　منتِ حاتم طائی نبرد

جو شخص اپنی محنت سے روٹی کھاتا ہے حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا۔ حق یہ ہے کہ میں نے اس شخص کو ہمت اور جوانمردی میں اپنے سے بڑھ کر پایا۔

عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے

ایک جوان مرد تاتاریوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے سخت زخمی ہو گیا۔ کسی نے اس سے کہا کہ فلاں سوداگر کے پاس نوشدارو اکسیری مرہم ہے۔ اگر تو اس سے طلب کرے تو خیال ہے کہ اس کے دینے میں پس و پیش نہیں کرے گا۔ یہ سوداگر بخل میں مشہور تھا۔ زخمی جوان مرد نے کہا کہ اگر میں اس سے نوشدارو مانگوں تو کیا خبر کہ دے یا نہ دے اور اگر دیدے تو اس بات کی کیا ضمانت کہ وہ فائدہ دے بہر صورت ایسے بخیل کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا زہر قاتل پینے کے مترادف ہے ؎

ہر چہ از دونان بمنت خواستی
در تن افزودی و از جان کاستی

جو کچھ کہ تو نے کمینوں سے گڑگڑا کر مانگا۔ اس سے تیرے بدن نے پرورش پائی۔ لیکن تیری خودداری مرگئی۔

دانشوروں نے کہا ہے کہ اگر آبِ حیات بھی آبرو کے عوض بکتا ہو تو عقلمند اسے نہیں خریدتا۔ کیوں کہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے

اگر حنظل خوری از دستِ خوشخوئے
بہ از شیرینی دستِ ترش روئے

(اگر تو اندرائن کا پھل (جو سخت کڑوا ہوتا ہے) کسی صاحبِ خلق کے ہاتھ سے کھائے تو وہ بہتر ہے اس مٹھائی سے جو کسی ترش رو کے ہاتھ سے کھائے۔)

تندرستی کا راز

عجم کے ایک بادشاہ نے ایک دفعہ ایک طبیبِ حاذق کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ سرزمین عرب میں کئی برس تک رہا لیکن کوئی شخص اس کے پاس علاج کے لیے نہ آیا وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اے سید العرب میرے آقا نے مجھے آپ کے ساتھیوں کے علاج معالجہ کے لیے خاص طور پر بھیجا ہے۔ لیکن اس طویل مدت میں کسی شخص نے میری خدمات کا فائدہ نہیں اٹھایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم کی یہ عادت ہے کہ جب تک بھوک نہ ہو کچھ نہیں کھاتے اور تھوڑی بھوک باقی رہتی ہے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

طبیب نے کہا ان لوگوں کی تندرستی کا یہی راز ہے۔

اس کے بعد وہ حضور سے اجازت لے کر اپنے وطن واپس چلا گیا۔

علم جاہ و مال سے بہتر ہے

مصر میں دو امیر زادے تھے ایک علم حاصل کرتا تھا اور دوسرا مال و دولت جمع کرتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد ایک تو پڑھ لکھ کر عالم و فاضل بن گیا اور دوسرا مصر کا حاکم بن گیا۔ ایک دفعہ صاحب جاہ بھائی نے اپنے عالم بھائی کو حقارت سے دیکھ کر کہا کہ میں تو سلطنت کا حاکم بن گیا ہوں اور تو مفلس ہی رہا۔ اس نے جواب دیا کہ بھائی میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے میراثِ انبیاء دی ہے (یعنی علم دیا ہے اور تجھے میراثِ فرعون و ہامان (یعنی ملک مصر)

من آن مورم کہ در پائم بمالند
نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکر این نعمت گذارم
کہ زورِ مردم آزارے ندارم

میں وہ چیونٹی ہوں کہ لوگ مجھے پاؤں کے نیچے مسل دیتے ہیں۔ بھڑ نہیں ہوں کہ میرے ڈنگ سے لوگ فریاد کریں۔ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کس طرح ادا کروں کہ اس نے مجھے لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں دی)۔

عطائے او بلقائے او

ایک درویش کو کوئی ضرورت پیش آگئی۔ کسی نے اس سے کہا کہ شہر میں فلاں دولت مند نہایت فیاض اور نیک طبع ہے اگر اسے تمہاری ضرورت کا علم ہو جائے تو وہ اس کے پورا کرنے میں دریغ نہ کرے گا۔ درویش نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا ہاں اگر تم میری رہنمائی کرو تو چلتا ہوں۔ وہ شخص درویش کو اپنے ہمراہ امیر کی قیام گاہ پر لے گیا۔ درویش نے دیکھا کہ ایک صاحب ہونٹ لٹکا کر بیٹھے ہوئے ہیں چہرہ فرطِ غضب سے سرخ اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں۔ درویش اسے دیکھتے ہی بغیر کوئی بات کئے واپس چلا آیا۔ کسی نے پوچھا کہ تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا "عطائے او را بلقائے او بخشیدم" اس کی بخشش کو میں نے اس کی صورت پر قربان کر دیا۔ ؎

مبر حاجت بہ نزدیک ترش روئے
کہ از خوے بدش فرسودہ گردی

(اپنی ضرورت کسی بدمزاج آدمی کے سامنے نہ لے جا کہ اس کی

بدخوئی سے تو آزردہ دل ہوگا۔)

فقروفاقہ ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے

ایک صاحبِ علم بہت عیالدار تھے لیکن اس کی آمدنی کم تھی۔ ایک مالدار آدمی اس کے علم وفضل کا بہت معتقد تھا۔ عالم نے فقرو فاقہ سے تنگ آکر اس سے امداد کی درخواست کی۔ مالدار عقیدتمند نے عالم کا وظیفہ تو بڑھا دیا لیکن خود اس کے پاس جانا چھوڑ دیا کیونکہ اس کی عقیدت کم ہوگئی۔

عالم کو مالدار کے رویے سے احساس ہوگیا کہ اس کے ہاتھ پھیلانے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ اکثر کہا کرتا تھا ۔

فرنانم افزود و ابرویم کاست
بے نوائی بہ از مذلتِ نواست

(میرا روزینہ تو بڑھ گیا ہے لیکن ابرو گھٹ گئی ہے۔ سچ ہے کہ ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے فقروفاقہ بہتر ہے۔)

دنیادار آدمی کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ملاقات ایک ایسے مالدار سوداگر سے ہوئی جس کے پاس چالیس غلام اور خدمتگار اور باربرداری کے لیے ڈیڑھ صد (۱۵۰) اونٹ تھے۔ جزیرہ کیش کے قیام کے دوران

بس ایک رات وہ مجھے وہ اپنے حجرے میں لے گیا اور اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگا کبھی کہتا کہ میرا اتنا مال ترکستان میں ہے اور اتنا ہندوستان میں یہ فلاں زمین کا بیع نامہ ہے اور فلاں چیز کا فلاں آدمی ضامن ہے کبھی کہتا کہ فلاں فلاں جگہ سے ہو آیا ہوں اب سکندریہ جانے کا ارادہ ہے کہ وہاں کی آب و ہوا خوشگوار ہے پھر کہتا کہ نہیں وہاں کا سمندری سفر خطرناک ہے۔ اے سعدی اب ایک سفر باقی ہے اگر وہ بھی کر لوں تو باقی عمر گوشۂ قناعت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کروں گا۔

میں نے پوچھا "وہ کون سا سفر ہے"۔

کہنے لگا کہ میں فارس کی گندھک چین لے جانا چاہتا ہوں کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ وہاں اس کی بہت قیمت ہے چین سے برتن خرید کر روم بھیجوں گا۔ روم کا ریشم ہندوستان میں۔ ہندوستان کا فولاد حلب میں حلب کا شیشہ یمن میں اور یمن کی چادریں فارس میں بھیجوں گا۔ اس کے بعد سفر ترک کر کے ایک دکان پر بیٹھ جاؤں گا۔ غرض وہ ساری رات ایسی مضحکہ خیز اور بے ہودہ باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ مزید بک بک کرنے کی طاقت نہ رہی اب وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

سعدی تم بھی کچھ کہو۔ آخر دنیا میں تم نے بھی بہت کچھ دیکھا سنا ہے: میں نے کہا۔

آں شنیدستی کہ در صحرائے غور
بار سالارے بیفتاد از ستور

گفت چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

تم نے سنا ہوگا کہ ایک دفعہ غور کے صحرا میں ایک مال دار خچر پر سے گر پڑا اس نے بے کسی کے عالم میں کہا کہ دنیا دار کی حریص آنکھ کو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی۔

کم کھانے میں بڑا فائدہ ہے

ایک دفعہ خراسان کے رہنے والے دو درویش اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ ایک دبلا پتلا کم خوراک تھا اور دوسرا موٹا تازہ بسیار خور تھا اتفاق سے دونوں ایک شہر میں جاسوسی کے الزام میں پکڑے گئے اور ایک ہی جگہ مقید کر دیئے گئے۔ چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ بیگناہ ہیں۔ انہیں رہا کرنے کے لیے قید خانہ کا دروازہ کھولا گیا۔ تو لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ موٹا درویش مر چکا تھا اور دبلا درویش زندہ وسلامت موجود تھا۔ ایک دانا نے کہا کہ یہ تو عین قانون فطرت کے مطابق ہوا ہاں اگر اس کے برعکس ہوتا تو حیرت کی بات تھی۔ موٹا بہت کھانے والا تھا۔ فاقہ کی مصیبت برداشت نہ کر سکا اور ہلاک ہو گیا۔ دوسرا کم خوراک تھا اپنی عادت کے مطابق صبر کیا اور زندہ بچ نکلا۔

چوں کم خوردن طبیعت شد کسے را
چوں سختی پیشش آید سہل گیرد

دگر تن پرورست اندر دانی
چو تنگی بیند از سختی میرد

اگر کسی شخص کو کم کھانے کی عادت ہو تو جب سختی پیش آتی ہے اسے سہہ لیتا ہے اور اگر آسودہ حالی میں تن پرور اور آرام طلب ہو تو تنگ دستی کی مصیبت نہیں سہہ سکتا اور ہلاک ہو جاتا ہے۔

پاپوش نہ سہی پاؤں تو ہیں

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں آفاتِ روزگار سے کبھی دل شکستہ نہیں ہوا اور بارگاہ الٰہی میں کبھی شکوہ و شکایت کی زبان نہیں کھولی البتہ ایک موقع پر قناعت اور صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یہ وہ موقع تھا کہ میرے پاؤں ننگے تھے اور میں پاپوش (جوتی) خریدنے کی استطاعت نہ رکھتا تھا۔ اپنی برہنہ پائی پر جی ہی جی میں کڑھتا تھا۔ اسی حالت میں چلتے چلتے کوفہ کی جامع مسجد میں پہنچا وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ بے چارے کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ اب میری آنکھیں کھلیں اور میں اللہ کا شکر بجا لایا کہ پاپوش نہ سہی اس نے مجھے پاؤں تو دیئے ہیں۔

لالچ بری بلا ہے

ایک غریب آدمی کو سوکھی روٹی اور پیاز کے سالن یا چٹنی کے

سوا کچھ میسر نہ تھا لیکن وہ اسی روکھی سوکھی پر قانع تھا اور عزت آبرو کے ساتھ اپنے دن گذارتا تھا۔ ایک دن ایک بے ہودہ آدمی نے اسے ترغیب دی کہ وہاں امیر کے خوان یغما (لنگر) پر جاؤ اور وہاں عمدہ کھانے لے آؤ۔ اس طرح شرم کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ شرمیلا ہمیشہ روزی سے محروم رہتا ہے۔ وہ بے چارہ اس کی باتوں میں آگیا اور عمدہ کھانوں کے لالچ میں لنگر پر جا پہنچا۔ وہاں اس جیسے بے شمار لوگ جمع تھے۔ چھینا جھپٹی میں اس بے چارے کے کپڑے تار تار ہو گئے اور ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اب اسے ہوش آیا۔ رو رو کر اپنے نفس کو ملامت کرتا تھا اور کہتا تھا۔

بلا جوئے باشد گرفتارِ آز
من و خانہ من بعد و نان و پیاز
جوینے کہ از سعی بازو خورم
بہ از میدہ بر خوانِ اہلِ کرم

لالچی آدمی مصیبت کا متلاشی ہوتا ہے آج کے بعد میں ہوں گا اور میرا غریب خانہ روٹی ہوگی اور پیاز جو کی وہ روٹی جو میں بازو کی محنت سے کھاؤں اہل کرم کے دسترخوان کے میدہ سے بہتر ہے۔

دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے

ایک صاحب دل نے ایک چھوٹا سا معمولی مکان بنوایا کسی نے

اس سے کہا کہ آپ تو صاحب حیثیت تھے اس سے بہتر مکان بنوا سکتے تھے۔ اس نے کہا بھائی اس قصّے کو چھوڑو۔ انسان ہر وقت پا برکاب ہے یہ زمین مکان وغیرہ سب یہیں پڑے رہ جائیں گے ؎

نہ از معرفت باشد و عقل و رائے
کہ بر رہ کنند کاروانی سرائے

عقل اور رائے اور دانائی کی یہ بات نہیں ہے کہ مسافر راستہ میں گھر بنا کر بیٹھ جائے۔

بندۂ شکم نہ بنو

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں چند درویشوں کے ساتھ کھجوروں کے ایک باغ میں گیا۔ ہماری جماعت میں ایک درویش بڑا پیٹو تھا۔ اور اپنی بسیار خوری کی وجہ سے بہت بدنام تھا۔ باغ میں جاتے ہی اس نے کمر کسی اور ایک درخت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے بری طرح گردن کے بل زمین پر گرا اور مر گیا۔ گاؤں کے سردار کو خبر ہوئی تو وہ بھاگا آیا اور ہمیں آنکھیں دکھا کر پوچھنے لگا کہ اس کو کس نے مار ڈالا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم پر رعب نہ گانٹھو۔ اس کو اور کسی نے نہیں اس کے پیٹ نے ہلاک کیا ہے۔

شکم بند دست ست و زنجیر پائے
شکم بندہ نادر پرستد خدائے

بروز اندر دنے بدست آر پاک
شکم پُر نخواہد شد اِلّا بخاک

پیٹ ہاتھ کی بیڑی اور پاؤں کی زنجیر ہے جاؤ اور اپنا باطن پاک کرو۔ کہ پیٹ تو خاک کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا ہے۔

فقر ہے شاہوں کا شاہ

امیر ختن نے ایک دفعہ ایک روشن ضمیر بزرگ کو ایک قیمتی لباس بھیجا بزرگ نے اس لباس کو بوسہ دیا اور کہا کہ شاہِ ختن کی خلعت بہت اچھی ہے لیکن میری گدڑی اس سے بھی اچھی ہے کہ اس میں نہ کسی کا احسان ہے اور نہ بادشاہ کے سامنے زمین بوسی کی حاجت۔

اگر آزادۂ بر زمیں خسپ و بس
مکن بہر قالی زمیں بوس کس

اگر تو آزاد ہے تو بس زمین پر سو لے قالین کے لالچ میں کسی کے سامنے زمین بوسی نہ کر۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک سال میں اسکندریہ (مصر) میں تھا کہ وہاں ہولناک قحط پڑا۔ غرباء اور مساکین سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اس زمانہ میں وہاں ایک ہیجڑا (مخنث)، نہایت دولت مند تھا۔ وہ تنگدستوں

کو نقدی دیتا تھا اور مسافروں کو کھانا کھلاتا تھا۔ چند درویش جو مسلسل فاقوں سے تنگ آگئے تھے میرے پاس آئے اور اس ہیجڑے کے ہاں دعوت میں چلنے کی تحریک کی۔ میں نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا۔

نخورد شیر نیم خوردہ سگ　　گر بہ سختی بمیرد اندر غار

تن بہ بے چارگی و گرسنگی　　بنہ و دست پیش سفلہ مدار

شیر کتے کا جوٹھا نہیں کھاتا اگرچہ بھوک کے مارے غار کے اندر مر جائے۔ اپنے جسم پر بھوک اور بے چارگی کی سختی برداشت کر اور کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا۔

اندازہ رکھ کر کھاؤ

ایک دانا اپنے لڑکے کو بہت زیادہ کھانے سے روکتا تھا اور کہتا تھا کہ پیٹ کو ٹھونس کر بھرنا بیمار ڈال دیتا ہے۔ لڑکے نے کہا ابا جان بھوک تو انسان کو ہلاک کر ڈالتی ہے کیا آپ نے ظریفوں کا یہ قول نہیں سنا

"بہ سیری مردن بہ کہ گرسنگی بردن"

پیٹ بھرا مرنا بہتر ہے اس سے کہ فاقہ کشی کی مصیبت اٹھائی جائے۔ باپ نے کہا جان پدر میں یہ نہیں کہتا کہ فاقہ کشی اختیار کر وہاں اندازہ رکھ کر کھاؤ۔

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

نہ اتنا کھاؤ کہ منہ سے نکل پڑے نہ اتنا کہ کمزوری کی وجہ سے تیری جان نکل آئے۔

لالچ ذلت کا باعث ہے

ایک لالچی آدمی صبح سویرے خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے اس کے سامنے جھکا اور پھر زمین پر ماتھا رگڑتے ہوئے اس سے کچھ مانگا۔ اس کے لڑکے نے باپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا اباجان آپ نے تو مجھے بتایا تھا کہ سجدہ صرف قبلہ کی طرف کرنا چاہیے لیکن آج آپ نے دنیا کی حقیر چیزوں کے لیے بادشاہ کو قبلہ بنا لیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ داناؤں نے کہا ہے ؎

قناعت سرافرازد اے مرد ہوش
سرِ پُر طمع بر نیاید زدوش

اے ہوش مند انسان قناعت سربلند کرتی ہے لالچ سے بھرا ہوا سر کندھے سے نہیں اٹھتا۔

ہوس کا انجام بُرا ہوتا ہے

ایک بادشاہ کے کوئی اولاد نہ تھی جب اس کے مرنے کا وقت

قریب آیا تو اس نے ایک درویش کو اپنے تخت پر بٹھا دیا۔ لوگوں کو اس کی اطاعت کی وصیت کی اور خود راہئ ملک عدم ہوا۔ درویش نے بادشاہ کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھے تو اس کو اردگرد کے علاقوں پر بھی قبضہ کرنے کا شوق چرایا۔ چنانچہ اس لے ہوس ملک گیری میں اطراف پر حملے شروع کر دیئے۔ ان اطراف کے حاکموں نے سمجھ لیا کہ ہم منتشر رہے تو کسی کی خیر نہیں۔ چنانچہ سب متحد ہو کر مقابلے کے لیے نکلے اور اس کو محاصرے میں لے کر تیروں اور پتھروں کی ایسی بارش کی کہ وہ گھبرا گیا اور ایک خدارسیدہ بزرگ کو پیغام بھیجا کہ میں دشمنوں کے ہاتھوں سخت عاجز آگیا ہوں۔ خدارا میرے لیے دعا کیجئے۔ بزرگ کو اس کا پیغام ملا تو انہوں نے ہنس کر فرمایا ع

چرا نیم نانے بخورد و نخفت

اس نے آدھی روٹی کیوں نہ کھائی اور کیوں نہ سو رہا۔

سونے کی اینٹ کہاں تک ساتھ دے گی؟

ایک پارسا کو سونے کی اینٹ کہیں سے مل گئی دنیا کی اس دولت نے اس سے نور باطن کی دولت چھین لی اور وہ ساری رات یہی سوچتا رہا کہ اب میں سنگ مرمر کی ایک عالی شان حویلی بنواؤں گا بہت سے نوکر چاکر رکھوں گا۔ عمدہ عمدہ کھانے کھاؤں گا۔ اور اعلیٰ درجے کی پوشاک سلواؤں گا۔ غرض تموّل کے خیال نے اسے دیوانہ بنا دیا۔

نہ کھانا نہ پینا یاد رہا اور نہ ذکرِ حق۔ صبح کو اسی خیال میں مست جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص ایک قبر پر مٹی گوندھ رہا ہے تاکہ اس سے اینٹیں بنائے یہ نظارہ دیکھ کر پارسا کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کو خیال آیا کہ مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی سے بھی لوگ اینٹیں بنائیں گے۔ عالی شان مکان اعلیٰ لباس اور عمدہ کھانے سب یہیں دھرے رہ جائیں گے اس لیے سونے کی اینٹ سے دل لگانا بے کار ہے۔ ہاں دل لگانا ہے تو اپنے خالق سے لگا یہ سوچ کر اس نے سونے کی اینٹ کہیں پھینک دی اور پھر پہلے کی طرح زہد و قناعت کی زندگی بسر کرنے لگا۔

بکن سرمۂ غفلت از چشم پاک
کہ فردا شوی سرمۂ در زیرِ خاک

غفلت کا سرمہ آنکھ سے صاف کر لے اس لیے کہ کل کو تو بھی مٹی کے نیچے سرمہ ہو گا۔

چوتھا باب

تواضع اور بُردباری

بلندی چاہتے ہو تو تواضع اختیار کرو

ایک نیک سیرت نوجوان تحصیلِ علم کے لیے روم میں وارد ہوا۔ لوگ اس کے اعلیٰ اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور اسے ایک مسجد میں عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ ایک دن امام مسجد نے اس سے کہا کہ مسجد سے خاک اور گرد جھاڑ دو امام کی بات سن کر نوجوان مسجد سے باہر چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ امام مسجد اور دوسرے خدام مسجد نے سمجھا کہ نوجوان مسجد کی خدمت سے پہلو تہی کرتا ہے اس لیے غائب ہو گیا ہے دوسرے دن مسجد کے ایک خادم نے اسے راستے میں پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تم نے بہت بری حرکت کی ہے اے متکبر نوجوان تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ لوگ خدمت کی بدولت ہی کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں،

نوجوان اس کی باتیں سن کر رو دیا اور کہنے لگا کہ اے میرے قابل احترام دوست حقیقت یہ ہے کہ میں نے مسجد میں مطلق خاک اور گرد نہیں دیکھی اس لیے میں نے یہی سمجھا کہ میں ہی اس پاک جگہ میں خاک آلود ہوں سو میں مسجد سے باہر آگیا۔ تاکہ اللہ کا گھر خس وخاشاک سے پاک ہو جائے

بلندیت باید تواضع گزیں

کہ ایں بام راہ نیست سلم جزیں

اگر تجھے بلندی درکار ہے تو تواضع اختیار کر اس لیے کہ اس بالاخانہ پر چڑھنے کے لیے اس (خاکساری) کے علاوہ کوئی سیڑھی نہیں ہے۔

بارش کا قطرہ جو موتی بن گیا

بارش کا ننھا قطرہ بادل سے ٹپکا جب اس نے سمندر کی چوڑائی دیکھی تو شرمندہ ہوا اور دل میں کہا کہ سمندر کے سامنے میری کیا حیثیت ہے اس کے ہوتے ہوئے تو میں نہ ہونے کے برابر ہوں۔ جب اس نے اپنے آپ کو حقارت سے دیکھا تو ایک سیپی (صدف) نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا اور دل وجان سے اس کی پرورش کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ قطرہ ایک قیمتی موتی بن گیا۔ اور بادشاہ کے تاج کی زینت بنا ؎

بلندی بداں یافت کو پست شد

در نیستی کوفت تا ہست شد

بلندی اسی کو حاصل ہوئی جو پست ہوا۔ نیستی کا دروازہ کھٹکھٹایا یہاں

تک کہ ہست ہو گیا

حضرت بایزید بسطامیؒ کا عجز و انکسار

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ عید کے دن حمام سے غسل کر کے نکلے گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے ایک گھر سے بے خبری کے عالم میں ان کے سر پر بہت سی راکھ گرا دی۔ حضرتؒ کا لباس، چہرہ، ریش مبارک اور سر کے بال راکھ سے آلودہ ہو گئے لیکن آپ کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی بلکہ دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر بار بار خدا کا شکر ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے نفس میں تو دوزخ کے قابل ہوں ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بناؤں۔

تواضع سر رفعت افرازدت
تکبر بخاک اندر اندازدت
بگردن فتد سرکش تند خو
بلندیت باید بلندی مجو

خاکساری تیری عظمت میں اضافہ کرے گی اور تکبر تجھے خاک میں ملا دے گا بد مزاج مغرور سر کے بل گرتا ہے اگر بلندی چاہتا ہے تو بلندی تلاش نہ کر۔

دوسروں کو کتا کاٹتا ہے انسان نہیں

ایک کتے نے ایک صحرا نشین کے پاؤں کو اس بری طرح سے کاٹا

کہ بے چارے کو درد کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی۔ اس کی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی اس نے باپ کو درد سے کراہتے دیکھا تو بھولپن سے باپ پر خفا ہونے لگی کہ بابا آخر تمہارے منہ میں دانت نہ تھے تم نے کتے کو کیوں نہیں کاٹا۔ باپ بے اختیار ہنس پڑا اور کہا کہ جانِ پدر دوسروں کو کاٹنا تو کتوں کا کام ہے آدمی کتوں کو نہیں کاٹتے۔

توان کرد باکسان بدرگی
ولیکن نیاید زمردم سگی

یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی بروں کے مقابلے میں تھوڑا سا برا بن جائے لیکن اس کے لیے کتا بننا ممکن نہیں۔

خود پسند محروم رہتا ہے

ابوالحسن کوشیار ایران کا مشہور ستارہ شناس (منجم) تھا۔ شیخ بو علی سینا جیسے سر آمد روزگار بزرگ نے بھی اسکے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ ایک دفعہ کوشیار کے پاس ایک ایسا طالب علم آیا جو سخت خود پسند تھا۔ اس طالب علم کو علم نجوم سے تھوڑی بہت واقفیت ضرور تھی لیکن اتنی نہیں کہ وہ اپنے آپ کو افلاطونِ زمانہ سمجھنے لگے۔ کوشیار اس کی خود پسندی اور تکبر کو تاڑ گیا اور اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مدتوں کوشیار کے حلقۂ درس میں شامل رہنے کے باوجود حقیقی علم و فن سے بے بہرہ رہا۔ جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو استاد

نے فرمایا:۔

تو خود را گماں بردہ پُر خرد
اناۓ کہ پُر شد دگر چوں پرد
ز دعویٰ تہی آئی تا پُر شوئی
تو از خود پُری زاں تہی می روی

تو نے اپنے بارے میں خیال کیا کہ نہایت عقل مند ہے۔ ذرا سوچ کر جو برتن پہلے ہی بھرا ہوا ہو اس کو مزید بھرنے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے۔ دعویٰ سے خالی ہو کر آ۔ تاکہ کچھ حاصل کرے۔ تیرے دماغ میں خود پسندی سمائی ہوئی ہے اسی لیے محروم جا رہا ہے۔

بدمزاج دوکاندار کا شہد بھی کڑوا ہوتا ہے

ایک ہنس مکھ اور خوش اخلاق آدمی شہد کا کاروبار کرتا تھا۔ لوگ اس کی خوش مزاجی اور میٹھی باتوں پر ایسے فریفتہ تھے کہ اس کا شہد ہاتھوں ہاتھ بک جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر وہ زہر بھی اٹھا لاتا تو لوگ اس کو شہد سمجھ کر کھا جاتے۔

ایک بدمزاج آدمی اس کے کاروبار کی ترقی کو دیکھ کر جلتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کے شہد میں کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے چلو ہم بھی یہی دھندہ شروع کرتے ہیں چنانچہ اس نے بھی شہد کا کاروبار شروع کر دیا۔ لیکن اس کی ترش روئی کو دیکھ کر لوگ نزدیک بھی نہ پھٹکتے تھے

سارا دن گلی کوچوں میں ہانک لگاتا رہا لیکن ایک گاہک بھی نہ آیا۔ رات کو تھک ہار کر خالی ہاتھ گھر گیا اور بیوی سے کہنے لگا میرے شہد میں معلوم نہیں کیا خرابی ہے کہ کوئی خریدتا ہی نہیں۔ بیوی نے ہنستے ہوئے جواب دیا ع

عسل تلخ باشد ترش روے را

تلخ مزاج آدمی کا شہد بھی تلخ ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا انکسار

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ایک تنگ گلی سے گذر رہے تھے کہ آپ کا پاؤں ایک فقیر کے پاؤں پر پڑ گیا۔ فقیر حضرت عمر فاروق کو نہیں جانتا تھا اور یوں بھی دکھی آدمی دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا تو اندھا ہے کہ دیکھ کر نہیں چلتا۔

منصف مزاج امیر المومنینؓ نے نہایت عاجزی سے فرمایا کہ بھائی میں اندھا تو نہیں ہوں نادانستہ غلطی ضرور ہو گئی ہے۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دے۔ یہ الفاظ وہ شخص ایک فقیر کے سامنے کہہ رہا ہے جو لاکھوں مربع زمین کا حاکم تھا جس کی فوجوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے تھے اور جس کے رعب اور دبدبہ سے شیروں کا پتہ پانی ہوتا تھا۔

فروتن بود ہوشمندِ گزیں

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

عقل مند ہمیشہ انکسار پسند ہوتا ہے کیوں کہ میوہ سے بھری ہوئی شاخ زمین پر سر رکھ دیتی ہے۔

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انکسار

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے کسی آدمی نے کوئی مسئلہ پیش کیا۔ آپ اس کا جواب دے رہے تھے کہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بول پڑا۔ "اے ابوالحسن آپ جو کچھ فرما رہے ہیں اس سے یہ مسئلہ حل نہ ہوگا"

حیدرِ کرارؓ نے اس کی بات نہایت تحمل کے ساتھ سنی اور فرمایا کہ اچھا تیرے خیال میں اس مسئلہ کا کیا حل ہے۔

اس آدمی نے اپنی رائے ظاہر کی اور شاہِ مرداں نے اس کا جواب پسند فرمایا اور فرمایا کہ ہاں اس کا یہی حل بہتر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بابِ علم تھے اور دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ لیکن انھوں نے ایک دوسرے آدمی کا مشورہ خندہ پیشانی سے قبول کر لیا کوئی اور بادشاہ ہوتا تو اس کو دھکے مار کر اپنی مجلس سے نکال دیتا ہے

یکے را کہ پندار در سر بود
پندار ہرگز کہ حق بشنود

جس کے سر میں غرور ہے ہرگز خیال نہ کر کہ وہ سچی بات سنے گا۔

پانچواں باب

خاموشی

اپنے نقصان کو پوشیدہ رکھو

ایک سوداگر کو ہزار دینار کا خسارہ ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے کو تاکید کی کہ اس نقصان کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

بیٹے نے کہا کہ ابا جان آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر۔ لیکن مجھے اتنا تو بتا دیجئے کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔

باپ نے جواب دیا "تا مصیبت دو نشود یکے نقصانِ مایہ دوم شماتتِ ہمسایہ"۔ اس لیے کہ مصیبت دوہری نہ ہو جائے اول مال کا نقصان دوم ہمسایہ کی مسرت)

مگو اندوہِ خویش با دشمناں
کہ لاحول گویند شادی کناں

اپنا دکھ دشمنوں کے سامنے مت کہہ کہ وہ اس پر خوشی مناتے ہوئے لاحول کہیں گے۔

اپنے علم وکمال کے دکھاوے سے پرہیز کرو

ایک عقلمند اور باکمال نوجوان ضرورت کے سوا کبھی بات نہ کرتا تھا یہاں تک کہ علمی مجالس میں بھی شامل ہوتا تو وہاں بھی خاموش رہتا۔ ایک دفعہ اس کے باپ نے کہا اے بیٹے تو بھی جو کچھ جانتا ہے بیان کر اس نے جواب دیا: اباجان میں ان محفلوں میں زبان کھولنے سے اس لیے ڈرتا ہوں کہ لوگ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ پوچھ لیں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اس طرح سر محفل میری رسوائی ہو۔

جواب جاہلاں باشد خموشی

ایک عالم وفاضل شخص ایک ملحد (دہریے) سے بحث کر رہا تھا وہ جو دلیل پیش کرتا ملحد اسے رد کر دیتا اور کہتا میں تو تمہاری دلیل کے ماخذ ہی کو سرے سے نہیں مانتا۔ ناچار وہ عالم بحث سے دستبردار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ کسی نے کہا واہ صاحب آپ اتنے علم وفضل کے باوجود ایک بے دین کے مقابلے میں عاجز آ گئے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے علم کا منبع اور ماخذ قرآن، حدیث اور بزرگان دین کے اقوال ہیں اور یہ بے دین ان کا سرے سے قائل ہی نہیں ہے اور میری کوئی

دلیل سنتا ہی نہیں مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اس کے کفریہ کلمات سنتا رہوں۔

ایک نادان دانا

جالینوس نے ایک احمق کو دیکھا کہ ایک دانش مند آدمی کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا اور اس کی بے عزتی کر رہا تھا۔ یہ ناخوش گوار منظر دیکھ کر جالینوس نے کہا کہ اگر یہ شخص فی الحقیقت دانا ہوتا تو یہاں تک نوبت نہ پہنچنے دیتا کہ ایک احمق اس کو پیٹنے لگے۔

دوسرے کی بات نہ کاٹو

ایک دانا سے میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اپنی نادانی کا کبھی اقرار نہیں کرتا۔ لیکن وہ شخص جو کسی دوسرے آدمی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اپنی بات شروع کر دے گویا وہ اپنی نادانی کا اقرار کرتا ہے ؎

خداوند تدبیر و فرہنگ و ہوش
نگوید سخن تا نہ بیند خموش

(دانا اور صاحب تدبیر آدمی کبھی بات منہ سے نہیں نکالتا جب تک کہ دوسرا اپنی بات پوری کر کے خاموش نہ ہو جائے۔)

دوسرے کا بھید کبھی ظاہر نہ کرو

سلطان محمود غزنوی کے وزیر حسن میمندی سے ایک دفعہ سلطان کے چند درباریوں نے پوچھا کہ آج سلطان نے فلاں معاملہ کے بارے میں آپ سے کیا باتیں کیں۔ حسن میمندی نے کہا کہ سلطان کی رائے تم سے بھی پوشیدہ نہ ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اس بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ سلطان جو باتیں آپ سے کرتا ہے ہمارے ساتھ کرنا پسند نہیں کرتا۔

حسن میمندی نے کہا کہ سلطان تخلیہ میں میرے ساتھ جو باتیں کرتا ہے وہ اسی اعتماد پر کرتا ہے کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ پھر تم کیوں پوچھتے ہو۔

بدآواز قاری

ایک بدآواز آدمی بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک صاحب دل ادھر سے گزرے اور اس سے پوچھا کہ تجھے اس تلاوت کی کچھ اجرت بھی ملتی ہے۔ اس نے کہا کچھ نہیں صاحب دل نے کہا کہ پھر تو اتنی تکلیف کیوں اٹھاتا ہے اس نے کہا کہ محض خدا کے لیے صاحب دل نے کہا تو پھر خدا کے لیے مت پڑھا کر ؎

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

اگر تو قرآن اس انداز سے پڑھے گا تو اسلام کی رونق جاتی رہے گی"

بد آواز مؤذن

ایک شخص نہایت رغبت کے ساتھ مسجد میں اذان دیا کرتا تھا۔ لیکن اس کی آواز ایسی بُری تھی کہ سننے والے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے اس مسجد کا متولی ایک نیک طینت امیر تھا وہ اس مؤذن کو پسند تو نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کا دل بھی آزردہ نہ کرنا چاہتا تھا۔ آخر ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آئی - اس نے اس مؤذن سے کہا کہ بھائی اس مسجد کا قدیمی موذن واپس آگیا ہے اس کی ماہانہ تنخواہ پانچ دینار مقرر ہے۔ تمہاری خدمات کی اب ضرورت نہیں رہی پھر بھی میری طرف سے دس دینار حاضر ہیں انہیں لے لو اور کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ موذن بہت خوش ہوا کہ مفت میں دس دینار مل گئے ہیں - شاداں و فرحاں وہاں سے رخصت ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آگیا اور امیر سے کہنے لگا کہ اے صاحب آپ نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ صرف دس دینار دے کر یہاں سے نکال دیا اب میں جس جگہ گیا ہوں وہاں کے لوگ مجھے بیس دینار دے کر رخصت کرنا چاہتے ہیں لیکن میں قبول نہیں کرتا۔

امیر ہنس کر بولا "خبردار بیس دینار پر ہرگز راضی نہ ہونا۔ بہت جلد وہ پچاس دینار دے کر تجھے راضی کریں گے"

بدآواز خطیب

ایک خطیب کی آواز بڑی مکروہ تھی لیکن وہ اپنے آپ کو بڑا خوش آواز سمجھتا تھا۔ گاؤں کے لوگ اس سے بہت بیزار تھے۔ لیکن خطیب کے مرتبہ اور حکام رسی کی وجہ سے اس کے خلاف آواز نہ اٹھا سکتے تھے طوعاً وکرہاً اس کا خطبہ سنتے تھے اور خون جگر پیتے تھے۔ ایک دفعہ اس ملک کا ایک دوسرا خطیب اس گاؤں میں آیا۔ یہ خطیب بدآواز خطیب سے دل میں عداوت رکھتا تھا۔ اس نے بدآواز خطیب سے کہا کہ میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے۔ خدا خیر کرے! اس نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا کہا کہ تیری آواز نہایت اچھی ہے اور لوگ تیرے دم سے بہت نہایت آرام و راحت میں ہیں۔ بدآواز خطیب کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر کہنے لگا جزاک اللہ یہ بہت مبارک خواب تو نے دیکھا ہے کہ مجھے اپنے عیب کا علم ہو گیا ہے۔ آج سے میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بلند آواز سے خطبہ نہ دوں گا۔

سلامتی خاموشی میں ہے

ملک مصر میں ایک درویش صورت آدمی نے مدتوں سے چپ سادھ رکھی تھی۔ لوگ اسے خدا رسیدہ بزرگ سمجھتے تھے اور پروانہ وار اس کے گرد چکر لگاتے تھے۔ فی الحقیقت وہ ایک عام دنیا دار آدمی تھا۔ لیکن

مسلسل خاموشی نے اس کا بھرم بنا رکھا تھا۔ ایک دن اس نے کسی سے کہہ دیا کہ بھائی میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ چپ اس لیے سادھ رکھی ہے کہ لوگ مجھے دانا اور باکمال سمجھیں۔ اس نے کہنے کو تو یہ بات کہہ دی لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ دوست دشمن سب اس کی حقیقت سے باخبر ہو گئے اور اس کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔ ایک دن لوگوں سے منہ چھپا کر وہاں سے غائب غلّہ ہو گیا اور جاتے جاتے مسجد کی محراب پر یہ شعر لکھ گیا ؎

در آئینہ گر خویشتن دیدمے
بہ بے دانشی پردہ ندریدمے

اگر میں اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھ لیتا تو بے وقوفی سے اپنا پردہ چاک نہ کرتا۔

اپنی زبان پر قابو رکھو

ایک شخص کی کچھ دوسرے لوگوں سے کسی بات پر تکرار ہو گئی تکرار تہذیب کے دائرے کے اندر رہتی تو چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن وہ شخص اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے حریفوں کو گالی دے دی۔ انہوں نے مشتعل ہو کر اس کا گریبان پھاڑ ڈالا اور خوب پیٹا۔ پٹ پٹا کر وہ زار زار رونے لگا۔ کبھی اپنے ننگے بدن کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنی

چوٹیں سہلاتا تھا۔ ایک جہاں دیدہ آدمی نے اسے دیکھا تو کہا کہ میاں اگر تم اپنی زبان قابو میں رکھتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ پھول کو دیکھو جب تک وہ غنچہ رہتا ہے کوئی اس کو نہیں چھیڑتا جونہی وہ منہ کھول کر پھول بنتا ہے۔ اس کا رس چوسنے والے اور توڑنے والے ہر طرف سے آجاتے ہیں۔

مسواک کرنا منع اور مردہ کا گوشت کھانا جائز؟

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن بچپن میں میرا جی روزہ رکھنے کو چاہا۔ دستور کے مطابق روزہ کی نیت کرنے سے پہلے وضو کرنا ضروری تھا۔ لیکن مجھے وضو کرنا نہیں آتا تھا۔ محلہ کے ایک مولوی صاحب سے میں نے روزہ اور نماز سیکھنی شروع کی۔ مولوی صاحب نے وضو کے سب آداب وسنن سکھا کر یہ بھی بتایا کہ روزہ میں دوپہر ڈھلنے کے بعد مسواک کرنا منع ہے[1]۔ پھر کہا کہ ان فرائض کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا ہوگا۔ تو نہیں دیکھتا کہ گاؤں کا رئیس بالکل بڈھا پھوس ہو گیا ہے۔ رات کو رئیس نے یہ بات سنی تو کہلا بھیجا کہ ؎

نہ مسواک در روزہ گفتی خطاست

بنی آدم مردہ خوردن رواست

---

[1] یہ امام شافعی کا مسلک ہے۔

کیا تو نے خود نہیں بتایا کہ روزہ میں مسواک کرنا منع ہے لیکن کیا مردہ کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) جائز ہے!

بلا ضرورت گفتگو کرنے سے خاموشی بھلی

ایک دفعہ نوشیرواں کے دربار میں داناؤں کی ایک جماعت کسی مسئلہ پر بحث کر رہی تھی۔ لیکن بزرجمہر جو ان کا سردار تھا چپ تھا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ تم اس بحث میں کیوں حصہ نہیں لیتے۔ اس نے کہا کہ وزیروں کی مثال طبیبوں کی سی ہے اور طبیب اسی کو دوا دیتا ہے جو بیمار ہو جب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری رائے درست ہے تو میرا بحث میں دخل دینا دانائی نہیں ہے۔

چو کارے بے فضولِ من بر آید
مرا در وے سخن گفتن نشاید
دگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

جو کام میرے بات بنائے نکل جائے مجھے اس میں بات نہ کرنی چاہیے اور اگر میں دیکھوں کہ اندھا ہے اور اس کے سامنے کنواں پھر اگر میں خاموش بیٹھا رہوں تو گناہ ہے۔

بد آواز قوّال

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ جوانی میں مجھے سماع (گانا سننے) کا بیحد

شوق تھا۔ میرے استاد علامہ ابن جوزیؒ ہر چند مجھے سماع سے منع فرماتے تھے۔ لیکن مجھے سماع کا ایسا چسکہ تھا کہ اس باب میں ان کی نصیحت مجھ پر کارگر نہ ہوتی تھی اور میں برابر وجد و سماع کی مجلسوں میں شریک ہوتا تھا۔

ایک رات میں ایک مجلس سماع میں شریک ہوا۔ قوال نے گانا شروع کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ میرے کانوں میں ڈال دیا ہے۔

گوئی رگ جاں میگسلد زخمہ ناسازش
ناخوشتر از آوازۂ مرگ پدر آوازش

(تو کہے گا کہ اس کی بے تکی مضراب شہ رگ کو چھیلے ڈالتی ہے۔ باپ پر رونے سے بھی زیادہ اس کی بری آواز ہے۔)

اس قوال کی بری آواز سے میری طبیعت سخت منغض ہوئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ

چوں بآواز آمد آں بربط سرائی
کد خدا را گفتم از بہر خدائی
پنبہ ام در گوش کن تا نشنوم
یا درم بکشائی تا بیروں روم

(جب یہ قوال نے بربط پر گایا، تو میں نے صاحب خانہ سے کہا کہ خدا کے لیے میرے کانوں میں روئی ٹھونس دے تاکہ (اس کی بکردہ

آواز میں نہ سن سکوں یا دروازہ کھول دے کہ باہر بھاگ جاؤں۔،

خیر دوسرے اہل مجلس کا لحاظ کر کے میں نے یہ رات جوں توں کر کے گذاری۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنے سر سے دستار اتاری اور جیب سے ایک دینار نکالا۔ اور یہ دونوں چیزیں قوال کی نذر کیں۔ پھر اس سے بغلگیر ہوا اور اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اصحاب مجلس کو میری اس حرکت پر بڑا تعجب ہوا اور ایک نے مجھے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ تو نے بزرگوں کی دی ہوئی دستارِ فضیلت اس قوال کے حوالے کر کے اچھا کام نہیں کیا۔

میں نے کہا کہ میں نے آج اس شخص کی کرامت مشاہدہ کی ہے۔ میرا مربی استاد ہمیشہ سماع سے منع کرتا تھا مگر میں نے اس کا حکم نہ مانا اور برابر مجالسِ سماع میں شریک ہوتا رہا آج خوش قسمتی سے اس مبارک مجلس میں آنا ہوا اور اس بزرگوار قوال کے تصرف سے میں نے عمر بھر کے لیے سماع سے توبہ کر لی ایسے صاحبِ کرامت محسن کا شکریہ ادا نہ کروں تو کیا کروں؟

چھٹا باب

تربیت

تعلیم و تربیت فطری صلاحیت کے بغیر بے اثر ہے

ایک وزیر نے اپنا کند ذہن اور نالائق بیٹا ایک دانش مند کے پاس تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا۔ دانشمند نے مدتوں اس کی تعلیم و تربیت کی لیکن اس پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔ آخر اس نے تنگ آ کر نالائق شاگرد کو اپنے باپ کے پاس یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ یہ تو عاقل نہیں بنتا البتہ اس نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔

ہیچ صیقل نکو تد اند کرد — آہنے را کہ بد گہر باشد
چوں بود اصل جوہرے قابل — تربیت را درد اثر باشد
سگ بدریائے ہفتگانہ لبشوی — چونکہ تر شد پلید باشد
خر علیٰ گرش بمکہ برند — چوں بیاید ہنوز خر باشد!

اگر لوہا ناقص ہو تو اسے کوئی صیقل (چمکا) نہیں سکتا۔ اگر انسان میں فطری صلاحیت و قابلیت ہو تو تربیت اسی پر اثر کرے گی کتے کو بے شک سات سمندروں میں نہلا دو وہ جس قدر بھیگے گا زیادہ نجس ہو جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کو خواہ مکہ میں لے جائیں جب واپس آئے گا تو گدھا ہی ہو گا۔

علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں

ایک دانا اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتا تھا کہ اے میرے جگر کے ٹکڑو علم و ہنر حاصل کرو کیوں کہ دنیا وی مال و دولت اعتماد کے قابل نہیں ہے چاندی سونا چوری ہو سکتا ہے۔ سفر میں ناش ہو سکتا ہے یا خرچ ہو سکتا ہے لیکن علم ایک لازوال اور بڑھنے والی دولت ہے۔ صاحب علم اگر دنیا کی دولت سے محروم ہو جائے تو پروا نہیں کیوں کہ وہ علم جیسی لازوال دولت کا مالک ہوتا ہے، جہاں جاتا ہے عزت پاتا ہے اس کے برعکس بے علم مفلس بھیک مانگتا ہے اور ذلت اٹھاتا ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ملک شام پر کوئی افتاد پڑی لوگ گھروں سے بھاگ نکلے۔ اور پھر یوں ہوا کہ علم و ہنر سے بہرہ ور کسان زادے بادشاہ کے وزیر بن گئے اور وزیر کے جاہل لڑکے دیہات میں بھیک مانگنے لگے۔

نسب نہیں بلکہ عمل آخرت میں کام آئے گا

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی (دیہاتی یا صحرائی عرب) کو دیکھا جو اپنے لڑکے سے کہہ رہا تھا۔

یَا بُنَیَّ اِنَّکَ مَسْئُوْلٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَاذَا اکْتَسَبْتَ وَلَا یُقَالُ بِمَنِ انْتَسَبْتَ

(اے بیٹے قیامت کے دن تجھ سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تو نے کیا عمل کیا یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔

استاد کی سختی باپ کی محبت سے بہتر ہے

ایک مدرسے کا معلم نہایت تند خو اور سخت گیر تھا۔ وہ پھول سے نازک بچوں کو بات بات پر پیٹتا۔ کسی کے نرم گال پر طمانچے مارتا اور کسی کی شفاف پنڈلی کو شکنجے میں کستا آخر لوگوں نے تنگ اور دل برداشتہ ہو کر اسے مدرسے سے نکال دیا اور ایک نیک دل، پرہیزگار اور نرم طبع استاد کو لے آئے۔ وہ ضرورت کے بغیر کوئی بات منہ سے نہ نکالتا تھا اور کسی کو مطلق دکھ نہیں دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ طلبہ کے دلوں سے استاد کا ڈر جاتا رہا اور وہ پڑھنا لکھنا بھول کر ہر وقت کھیل کود میں مشغول رہنے لگے یا ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے۔ غرض مدرسہ بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا۔ لوگ مجبوراً پہلے استاد کے پاس گئے اور

اسے منا کر پھر مدرسے میں لے آئے۔ ایک خوش طبع بوڑھے نے اس موقع پر کیا خوب کہا:۔

پادشاہے پسر بہ مکتب داد
لوح سیمینش در کنار نہاد
بر سر لوحِ او نوشتہ بزر
جورِ استاد بہ ز مہرِ پدر

ایک بادشاہ نے اپنا لڑکا مکتب میں بھیجا۔ اس کی بغل میں چاندی کی تختی دی جس پر یہ بات سونے کے پانی سے لکھی ہوئی تھی کہ استاد کی سختی باپ کی محبت سے بہتر ہے۔

دوسروں پر اُنگلیاں نہ اٹھاؤ

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بڑا عابد و زاہد اور شب بیدار تھا۔ ایک رات اپنے والد مرحوم کے ساتھ مسجد میں مشغول عبادت تھا اور قرآن حکیم اپنی بغل میں لیے ہوئے تھا۔ کچھ لوگ ہمارے چاروں طرف سو رہے تھے میں نے والد سے کہا کہ ان لوگوں میں سے کسی کو اتنی توفیق بھی نہیں ہوتی کہ اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیتا۔ ایسے سوئے ہوئے ہیں گویا مردہ ہیں۔

حضرت والد نے فرمایا "جان پدر اگر تم بھی سو جاتے تو یہ اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کی عیب چینی کرتے"

دکھاوے سے پرہیز کرنا چاہیئے

ایک عبادت گذار شخص کو بادشاہ نے کھانے کی دعوت دی جب سب کھانے پر بیٹھے تو اس شخص نے بہت کم کھایا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اس نے اپنے معمول سے زیادہ پڑھی مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کو بڑا کم خوراک اور عابد و زاہد سمجھیں۔ جب اپنے گھر پہنچا تو کھانا طلب کیا۔ اس کا ایک سمجھ دار لڑکا تھا اس نے کہا ابا جان آپ نے بادشاہ کے ہاں سیر ہو کر کیوں نہ کھایا اس نے کہا کہ میں نے ان کے سامنے کم کھایا تاکہ کام آئے لڑکے نے کہا تو پھر آپ نماز بھی دوبارہ پڑھ لیجیئے اس لیے کہ آپ نے کچھ نہ کیا جو کام آسکے (یعنی آپ کی دکھاوے کی نماز اکارت گئی)

حکمتِ لقمان

لقمان حکیم سے لوگوں نے پوچھا کہ تو نے ادب کس سے سیکھا۔ اس نے کہا بے ادبوں سے۔ ان کا جو فعل مجھے بُرا معلوم ہوا اس کے کرنے سے میں نے پرہیز کیا۔

خود غرض نہیں ہونا چاہیئے

میں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ اللہ کے مقبول بندوں کا خاص

عمل کیا ہوتا ہے۔ اس نے کہا سب سے معمولی یہ کہ دوستوں کے کام کو اپنی مصلحتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ داناؤں کا قول ہے کہ وہ بھائی جو اپنی فکر میں لگا رہے وہ نہ بھائی ہے اور نہ اپنا۔

ناصح کے عیب نہ دیکھو اس کی نصیحت پر عمل کرو

ایک فقیہ نے اپنے والد سے کہا کہ ان واعظوں کی دلآویز باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ جو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے ؎

ترک دنیا بمردم آموزند
خویشتن سیم و غلہ اندوزند

لوگوں کو ترکِ دنیا کا سبق دیتے ہیں اور خود چاندی اور غلّہ جمع کرتے ہیں۔

باپ نے کہا بیٹا محض اس خیالِ باطل کی وجہ سے نصیحت کرنے والوں کی طرف سے منہ پھیرنا مناسب نہیں ہے۔ علماء کو گمراہ سمجھنا اور معصوم عالم کی تلاش میں علم سے محروم رہنا اس اندھے کی طرح ہے جو ایک رات کیچڑ میں پھنس گیا تھا اور کہہ رہا تھا اے مسلمانو میرے راستہ میں چراغ رکھ دو۔ ایک خوش طبع عورت نے اس کی بات سن کر کہا کہ جب تجھے چراغ ہی نظر نہیں آتا تو اس کی روشنی میں راستہ کیسے تلاش کرے گا۔ اسی طرح وعظ کی مجلس بزاز کی دوکان کی طرح ہے وہاں جب تک نقد نہ دوگے سامان حاصل نہ کرسکوگے

مجلسِ وعظ میں جب تک عقیدت سے نہ آؤ گے سعادت نہیں پاؤ گے۔

گفتِ عالم بگوشِ جان بشنو
در نماند در گفتنش کردار
مرد باید کہ گیرد اندر گوش
در نبشت ست پند بر دیوار

علم کی بات دل سے سنو اگرچہ اس کا عمل اس کے قول کی مانند نہ ہو انسان کو چاہیے کہ نصیحت کان میں ڈال لے (قبول کرلے) خواہ وہ دیوار پر لکھی ہو۔

بُری اولاد سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں ہے

ایک درویش کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ دن رات اللہ سے دعائیں مانگتا تھا کہ وہ اسے ایک فرزند عطا فرمائے۔ ایک دفعہ منت مانی کہ اگر اللہ نے فرزند عطا کیا تو اپنے تن کی گدڑی کے سوا اپنا سارا مال و اسباب راہِ خدا میں دے دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آرزو پوری کی اور اس کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ درویش سجدۂ شکر بجالایا اور اپنی نذر پوری کی۔ کئی سال کے بعد جب میں شام کے سفر سے واپس آیا تو اس درویش کی ملاقات کے لیے اس کے محلے میں گیا۔ لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ تو قید خانے میں ہے۔ میں نے سبب پوچھا تو

اہل محلہ نے بتایا کہ اس کا لڑکا بڑا ہو کر بدقماش نکلا۔ اس نے شراب پی کر ایک آدمی کو قتل کر دیا اور شہر سے بھاگ گیا۔ پولیس باپ کو اس نالائق کے جرم کی پاداش میں پکڑ کر لے گئی اور آج کل وہ طوق و سلاسل میں جکڑا ہوا قید خانے میں بدچلن بیٹے کی جان کو رو رہا ہے میں بے اختیار "اللہ اکبر" پکار اٹھا اور کہا کہ یہ وہی بیٹا ہے جس کو شب و روز دعائیں کر کے اس نے اللہ سے مانگا تھا۔

زبان بار دار اے مرد ہشیار
اگر وقت ولادت مار زانید
ازاں بہتر بنزدیک خردمند
کہ فرزندانِ ناہموار زانید

اے عاقل اگر عورتیں سانپ جنیں تو داناؤں کے نزدیک ان کا سانپ جننا اس سے بہتر ہے کہ نالائق اور بدچلن بیٹے جنیں)

زیر دستوں پر ظلم نہ کرو

ایک پارسا ایک دولت مند آدمی سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ وہ اپنے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پیٹ رہا ہے۔ پارسا کا دل بھر آیا اور اس نے دولت مند سے کہا کہ اے بیٹے تو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے کچھ دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے تیرے ماتحت کر دیا ہے اور تجھے اس پر بزرگی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کا شکر بجالا اور زیردستوں پر ظلم نہ کر۔ ممکن ہے کہ قیامت کے دن وہ تجھ سے بہتر ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت وہ ہو گی جب کہ نیک غلام کو بہشت میں لے جائیں گے اور بدکار آقا کو دوزخ میں۔

بر غلامیکہ طوع خدمت تست
خشم بے حد مران وطیرہ مگیر
کو فضیحت بود بروز شمار
بندہ آزاد و خواجہ در زنجیر

(اس غلام پر جو تیری خدمت اور فرمانبرداری کرتا ہے۔ بہت غصہ اور سختی نہ کر کیوں کہ قیامت کے دن بڑی رسوائی ہو گی کہ غلام آزاد ہو گا اور آقا زنجیروں میں جکڑا ہوا۔)

نفسِ امّارہ سب سے بڑا دشمن ہے

ایک بزرگ سے میں نے پوچھا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں
اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ

(تیرے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے اندر ہے۔)

انہوں نے فرمایا اس کا مطلب ہے کہ اگر تو کسی دشمن پر احسان کرے تو وہ تیرا دوست بن جاتا ہے لیکن اپنے نفس سے جس قدر ملائمت اور نرمی کرے وہ زیادہ دشمنی کرتا ہے۔ یعنی تجھے خدا سے غافل کرتا

ہے ہے

مرادِ ہر کہ برآری مطیع امرِ تو گشت
خلافِ نفس کہ فرماں دہد چو یافت مراد

جس کی مراد تو بر لایا وہ تیرا فرمانبردار ہو گیا۔ برعکس نفس کے کہ جب وہ بامراد ہوا تو حکم دینے لگا۔

کوئی کام کرتے وقت اس کا انجام سوچ لو

ایک کافر آتش بازی چلانا سیکھتا تھا۔ ایک دانا نے اس سے کہا کہ تیرا گھر گھانس پھونس کا ہے۔ یہ مشغلہ تجھے راس نہ آئے گا۔

تا ندانی کہ سخن عین صواب ست مگوئے
آنچہ دانی کہ نہ نیکوش جواب ست مگوئے

(جب تک تو یہ نہ سمجھ لے کہ بات معقول ہے۔ منہ سے نہ نکال اور ایسی بات بھی کہ جس کا جواب ٹھیک نہیں ہے مت کہہ)

نام حاجیوں کا ـــــ کام پاجیوں کا

ایک دفعہ حاجیوں کا ایک قافلہ دشتِ حجاز میں سفر کر رہا تھا یہ دعاگو (سعدی) بھی اس قافلے کے ساتھ پاپیادہ سفر کر رہا تھا۔ میرے پاپیادہ ساتھی کسی بات پر آپس میں دست و گریبان ہو گئے اور ایک دوسرے کو خوب زدو کوب کیا۔ میں نے ایک شتر سوار کو دیکھا کہ وہ یہ منظر دیکھ کر اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

"یا للعجب (عجیب بات ہے) کہ ایک پیادہ شطرنج کا میدان طے کرنے کے بعد فرزین بن جاتا ہے یعنی اس کا رتبہ پہلے سے بلند ہو جاتا ہے لیکن یہ حاجی حجاز مقدس کے میدان کو طے کرنے کے بعد پہلے سے بھی بدتر ہو گئے۔

وہ لوگ جن کی غیبت کرنا جائز ہے

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ دوسروں کے عیب گننا اور پیٹھ پیچھے بُرا کہنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی غیبت کرنا اور ان کے عیب ظاہر کرنا جائز ہے۔ اوّل بے انصاف بادشاہ (حاکم) اس کی بے انصافی کا ذکر کرنا۔ خلقِ خدا کو اس کے شر اور دھاندلی سے محفوظ رکھے گا۔ دوسرا بے حیا آدمی۔ چونکہ وہ شرم و حیا کا پردہ خود پھاڑ دیتا ہے اس لیے اس کی بے حیائی پر پردہ ڈالنا بھی جائز نہیں۔ تیسرا کم تولنے والا دوکاندار اس کی بے ایمانی کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ وہ اس سے بچ کر رہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ کسی اور آدمی کی غیبت کرنا بہر صورت گناہ ہے

حاسد کا منہ کالا

ایک بادشاہ کا وزیر بڑا نیک سیرت تھا اور بادشاہ کا انتہائی وفادار اور خیر خواہ تھا۔ وہ ہر کام میں پہلے رضائے الٰہی کو مدنظر

رکھتا تھا اور پھر بادشاہ کے حکم کی تعمیل کو ہر چیز پر مقدم رکھتا تھا۔ بادشاہ اس کی خوبیوں کا دل سے قدردان تھا اور یہ بات وزیر کے دشمنوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسے موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ نیک سرشت وزیر کو بادشاہ کی نظروں سے گرا سکیں۔ ایک دفعہ ان حاسدوں کو یہ خبر ملی کہ وزیر نے کئی لوگوں کو اس شرط پر روپے قرض دے رکھے ہیں کہ جب بادشاہ مر جائے گا تو یہ قرض ان سے وصول کر لیا جائے گا۔

ایک حاسد، بادشاہ کے پاس گیا اور کہا کہ جہاں پناہ یہ وزیر آپ کا خیر خواہ نہیں ہے اس نے لوگوں کو اس شرط پر قرض دے رکھا ہے کہ آپ کے وفات پانے پر ان سے واپس لیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی موت کا خواہاں ہے۔ تاکہ آپ کے بعد لوگوں سے روپیہ واپس لے کر گلچھرے اڑائے۔ بادشاہ نے وزیر کو طلب کیا۔ اور یہ پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ وزیر نے دست بستہ عرض کی کہ عالم پناہ یہ سچ ہے کہ میں نے اس شرط پر لوگوں کو روپے دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں نے یہ بات خیر خواہی سے کی ہے بدخواہی سے نہیں۔ میری غرض تو یہ ہے کہ بے چارے مقروض ہمیشہ آپ کی زندگی اور سلامتی کے لیے دعا کرتے رہیں تاکہ انہیں قرض واپس کرنے کی نوبت نہ آئے ؎

غنیمت شمارند مرداں دعا
کہ جوشن بود پیش تیر بلا

عقلمند آدمی دعا کو غنیمت جانتے ہیں تاکہ مصیبت کے تیر کے سامنے زرہ کا کام دے۔

بادشاہ کو وزیر کا جواب بہت پسند آیا اس نے حاسدوں کو سزا دی اور وزیر کا رتبہ اور بھی بڑھا دیا۔

حاکم کا ایک عیب رعیت کے سو عیبوں کے برابر ہے

ایک عالم و فاضل استاد سے ایک شہزادہ بھی تعلیم پاتا تھا۔ استاد دوسرے طلبہ کی نسبت شہزادے پر بہت سختی کرتا تھا۔ ایک دن شہزادے نے تنگ آکر باپ کے پاس شکایت کی اور جسم سے لباس اتار کر استاد کی مار کے نشانات دکھائے۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے استاد کو بلا کر پوچھا کہ تو دوسرے شاگردوں پر اتنی سختی کیوں نہیں کرتا جتنی میرے فرزند پر۔ استاد نے جواب دیا کہ شہزادے نے بڑے ہو کر بہت بڑی ذمہ داری سنبھالنی ہے اس لیے اسے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ عاقل اور قابل ہونا چاہیے بادشاہ کے ہاتھ اور زبان سے جو حرکت ہوتی ہے اس پر دنیا کی نظر ہوتی ہے اور عوام میں اس کا چرچا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عام لوگوں کے قول اور فعل کی چنداں اہمیت نہیں ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ میں شہزادے کو تعلیم دینے اور اس کے اخلاق سنوارنے میں دوسروں سے امتیازی سلوک کرتا ہوں ۔

اگر صد عیب دارد مرد درویش
رفیقانش یکے از صد ندانند
دگر یک ناپسند آید ز سلطان!
ز اقلیمے با قلیمے رسانند

اگر ایک درویش میں سو عیب ہوں اس کے ساتھی سو میں سے ایک کو بھی نہیں جانتے اگر بادشاہ سے ایک ناپسندیدہ فعل بھی سرزد ہو تو اس کا چرچا ایک ملک سے دوسرے ملک تک ہو جاتا ہے۔

بادشاہ کو استاد کا جواب پسند آیا۔ اسے انعام واکرام سے سرفراز کیا اور اس کا منصب بڑھا دیا۔

مرشدِ کامل اور مرید

ایک دفعہ ایک مرشدِ کامل اپنے مرید سے فرما رہے تھے کہ اے بیٹے کہ انسان کو جتنا لگاؤ رزق سے ہے اگر اتنا رزق دینے والے سے ہوتا تو اس کا مقام فرشتوں سے بڑھ جاتا۔

دکھ دینے والے سے لوگ ہمیشہ نفرت کرتے ہیں

بچھو سے لوگوں نے پوچھا کہ تو جاڑے میں باہر کیوں نہیں نکلتا اس نے جواب دیا کہ گرمیوں میں میری کون سی عزت ہوتی ہے کہ جاڑے میں بھی باہر نکلوں۔

حاصل نہ کر سکا۔ میرے بچوں میں فطری صلاحیت تھی وہ کہیں سے کہیں جا پہنچے ۔

گرچہ سیم و زر ز سنگ آید ہمی
در ہمہ سنگے نباشد زر و سیم

(اگرچہ سونا چاندی پتھر سے نکلتا ہے لیکن ہر پتھر سے سونا چاندی نہیں نکلتا ۔)

اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ

ایک پارسا کے لڑکے کو اپنے چچا کے مرنے پر بہت سا مال و دولت ترکے میں ملا ۔ مگر

مالِ مفت دلِ بے رحم

اس نے دونوں ہاتھوں سے یہ مال و دولت عیاشی و بدکاری میں اڑانا شروع کر دی ۔ میں نے ایک بار اسے نصیحت کی کہ اے بیٹے! آمدنی سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوتا ہے ۔

بہ کوہستان اگر باراں نبارد
بسالے دجلہ گردد خشک رودے

اگر پہاڑ پہ بارش نہ برسے تو ایک سال میں دریائے دجلہ ایک خشک نالہ بن جائے ۔)

لہو ولعب کو چھوڑ دے اور پسندیدہ طرز عمل اختیار کر لیا

نہ ہو کہ دولت ختم ہو جائے اور تجھے تکلیف ہو۔

اس نوجوان نے میری نصیحت کو دیوانے کی بڑ سمجھا اور کہا

کہ آج کی راحت کو چھوڑ کر کل کے غم میں دبلا ہونا محض حماقت ہے۔

میں نے سمجھ لیا کہ بے وقوف آدمی پر کلام نرم و نازک بے اثر ہے

چنانچہ اس سے کنارہ کشی کر لی اور داناؤں کے اس قول پر عمل کیا

بَلِّغْ مَا عَلَيْكَ فَإِنْ لَّمْ يَقْبَلُوْا مَا عَلَيْكَ

جو چیز تجھ پر واجب ہے تو لوگوں تک پہنچا دے اگر کوئی قبول

نہ کرے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔)

کچھ عرصہ بعد وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ نوجوان نے تمام

جائداد عیاشی اور فضول خرچی میں برباد کر ڈالی اور ٹکڑے ٹکڑے

کا محتاج ہو گیا۔ میں نے اسے پیوند لگے کپڑے پہنے بھیک مانگتے

دیکھا تو سخت غصہ آیا اور جی میں آیا کہ اس سے کہوں کہ کیوں میں

تجھے اس دن سے ڈراتا نہ تھا؟ پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ اس

حالت میں میری بات اس کے زخموں پر نمک چھڑکے گی اور اس کے

دکھ میں اضافہ ہو گا۔

دوست کے عیب کی تشہیر نہ کرو

ایک دفعہ ایک پرہیزگار آدمی نے ایک لڑکے سے مذاق کیا

اس کے دوسرے ساتھیوں کو یہ بات اچھی نہ لگی اور وہ اس کی پیٹھ پیچھے اس کی عیب جوئی کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے بات ایک صاحبِ نظر تک پہنچی اس نے کہا ؎

مدر پردہ بر یار شوریدہ حال
نہ طیبت حرام است و غیبت حلال

(پریشان حال دوست کا پردہ چاک نہ کر یہ نہیں ہے کہ مذاق تو حرام ہے اور غیبت حلال ہے۔)

دل کمزور ہو تو ظاہری تن و توش بیکار ہے

ایک دفعہ میں بلخ سے چند شامیوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا، ان دنوں قزاق اکثر قافلوں کو لوٹ لیتے تھے اور ہمیں بھی راستے میں ہر لحظہ قزاقوں کے حملہ کا ڈر تھا۔ ہماری رہبری اور نگہبانی ایک قوی الجثہ وجیہہ نوجوان کر رہا تھا۔ وہ سر تا پا ہتھیار سجائے اور چھپی بنا ہوا تھا۔ جوانی کے زور میں جو دیوار سامنے آتی اسے گرا دیتا اور بڑے بڑے اور درختوں کو اپنی قوتِ بازو سے اکھاڑ دیتا اور فخریہ لہجے میں یہ شعر پڑھتا تھا ؎

پیل کو تا کتفِ بازوِ گردان بیند   شیر کو تا کفِ و سرپنجۂ مرداں بیند

(ہاتھی کہاں ہے کہ پہلوانوں کے بازو اور شانے دیکھے شیر کہاں ہے کہ مردوں کی ہتھیلی اور پنجہ دیکھے)

اس نوجوان کا تن و توش تو فی الواقع بہت بھاری تھا اور اس کی شہ زوری میں کوئی کلام نہ تھا لیکن اس نے اپنے گھر کے اندر ناز و نعمت سے پرورش پائی تھی۔ اور زمانے کی سختی نرمی نہیں دیکھی تھی۔ اس سے پہلے اس نے نہ کبھی سفر کیا تھا نہ اس کی آنکھوں نے کبھی شہسواروں کی تلواروں کی چمک دیکھی تھی اور نہ اس کے کان دلاوروں کے نعروں اور جنگی نقاروں کی آواز سے آشنا ہوئے تھے۔ اثنائے سفر میں یکایک ایک چٹان کے پیچھے سے دو قزاق نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں لکڑی اور دوسرے کے ہاتھ میں موگری تھی۔ انھوں نے ہم سے لڑنے کا قصد کیا تو میں نے نوجوان سے کہا کہ دیکھتا کیا ہے آگے بڑھ اور ان کا کچومر نکال کر رکھ دے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ نوجوان کے ہاتھ سے کمان گر پڑی اور اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ناچار ہم نے اپنا مال اسباب اور ہتھیار قزاقوں کے حوالے کیے اور اپنی جان بچائی۔

پرائے پھٹے میں ٹانگ نہ اڑاؤ

دو آدمیوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ آپس میں کشتم کشتا ہو رہے تھے اور ایک دوسرے پر پتھر اور جوتے پھینک رہے تھے۔ ایک تو اس دنگا فساد سے پرے ہٹ کر اپنی راہ پر چل دیا۔ دوسرا بیچ بچاؤ

کرنے کے لیے لڑنے والوں کے درمیان جا گھسا۔ وہ لڑنے سے کیا باز آتے اس بے چارے کے سر پر ایک پتھر اس زور سے لگا کہ خون جاری ہو گیا۔ اس کا یہی انجام ہونا تھا کیونکہ داناؤں نے کہا ہے ؎

کسے خوشتر از خویشتن دار نیست
کہ با خوب و زشت کسش کار نیست

(کوئی شخص اپنے آپ کو بچائے رکھنے والے سے بہتر نہیں ہے کہ اس کو کسی کے اچھے اور بُرے سے غرض نہیں ہے۔)

غیبت ڈاکہ ڈالنے سے بھی بڑا گناہ ہے

ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ ڈاکہ ڈالنا غیبت کرنے کی نسبت کم درجے کا گناہ ہے میں ان کی بات سن کر سمجھا کہ مذاق کر رہے ہیں لیکن جب انہیں اپنے قول میں سنجیدہ پایا تو پوچھا کہ اے صاحب یہ آپ کیا فرما رہے ہیں بھلا ڈاکہ زنی غیبت سے کیسے اچھی ہو گی انھوں نے کہا کہ بھائی تم جانتے ہو کہ ڈاکو بہادری سے آگے آتے ہیں اور للکار کر حملہ کرتے ہیں ان کی روزی گو حرام سہی لیکن اس کے حصول میں ان کے تہور اور زور بازو کا دخل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پیٹھ پیچھے برائی کرنے والا بزدل ہوتا ہے وہ اپنا نامۂ اعمال تو سیاہ کر لیتا ہے لیکن اسے حاصل کچھ نہیں ہوتا۔

غیبت کرنے والے سے بڑھ کر کوئی بدبخت نہیں

چند صوفی ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے ان میں ایک نے ایک ایسے آدمی کی بدگوئی شروع کر دی جو وہاں موجود نہ تھا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک مرد باصفا نے اس سے پوچھا کیوں دوست تو نے کبھی فرنگیوں سے جہاد کیا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ میں نے تمام عمر اپنی چار دیواری سے باہر قدم نہیں رکھا۔

درویش باصفا نے کہا، یارو! میں نے ایسا بدبخت کوئی نہیں دیکھا کہ کافر تو اس کی لڑائی اور حملے سے بے فکر ہو کر امن اور چین کی بانسری بجائے اور مسلمان اس کی زبان کا شکار بنے۔

چغل خور کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھو

ایک پاک باطن شخص سے کسی نے آ کر پوچھا کیا تجھے معلوم نہیں کہ فلاں آدمی نے پیٹھ پیچھے تجھے کیا کہا ہے۔ نیک آدمی نے کہا کہ اے بھائی خاموش رہ۔ دشمن نے جو کچھ کہا ہے اس کا نہ جاننا بہتر ہے۔ داناؤں نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو دشمن کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ دشمن سے بھی زیادہ دشمن ہیں۔ کوئی شخص دشمن کی بات دوست کے پاس نہیں لے جاتا۔ سوائے اس کے جو دشمن کا دوست ہے۔ چغلخور پرانی لڑائی کو تازہ

کرتا ہے اور ایک سادہ دل نیک طبع آدمی کو غصہ دلاتا ہے۔ جو شخص فتنہ انگیزی کرے اس سے دور بھاگو۔ چغلخوری کرنے سے یہ بہتر ہے۔ کہ انسان کے پاؤں میں زنجیر پڑی ہو اور وہ اندھے کنوئیں میں قید ہو۔ دو آدمیوں کے درمیان لڑائی آگ کی مانند ہے اور بدبخت چغلخور وہ لکڑہارا ہے جو اس آگ میں ایندھن لاکر ڈالتا ہے تاکہ اور بھڑکے

جو دوسروں کو رسوا کرے گا خود بھی رسوا ہوگا

ایک شخص حضرت داؤد طائیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں صوفی کو دیکھ کر آ رہا ہوں کہ شراب پی کر مدہوش پڑا ہے۔ اس کی پگڑی اور جسم کے کپڑے قے سے لتھڑے ہوئے ہیں اور کتے اس کے گرد جمع ہیں۔

داؤد طائیؒ اس کی باتیں سن کر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بھائی سچا دوست آج ہی کے دن کام آتا ہے۔ جا اور اس صوفی کو وہاں لے آ۔ اس نے بہت برا کام کیا ہے اور صوفیوں کے نام کو بٹہ لگایا ہے۔

حضرتؒ کا ارشاد سن کر وہ شخص مخمصے میں پڑ گیا اور پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس کو غلاظت سے لتھڑے ہوئے صوفی کو ہاتھ لگانے سے کراہت آتی تھی لیکن حضرت داؤد طائی کا ارشاد بھی نہ ٹال سکتا تھا۔ آخر طوعاً و کرہاً جا کر اس مدہوش صوفی کو کندھے پر لاد لیا۔ جب

بازار سے گزرا تو سارا شہر اس پر اُمڈ پڑا ۔ لوگ طرح طرح کے طعنے دیتے تھے ۔ کوئی کہتا ذرا اس درویش کو دیکھو اس کے تقویٰ ، پارسائی اور دینداری کے کیا کہنے ۔ کوئی کہتا تھا کہ آج کل کے صوفیوں کو دیکھو کہ شراب پیئے ہوئے ہیں ایک مدہوش ہے اور دوسرا نیم بے ہوش ۔ تُف ہے ان کی اوقات پر ۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ۔ وہ شخص لوگوں کے طعنے سنتا تھا اور خون کے گھونٹ پیتا تھا ۔ خدا خدا کر کے اس صوفی کی قیام گاہ پر پہنچا ۔ اسے وہاں چھوڑا اور خود لوگوں سے منہ چھپائے اپنے گھر گیا ۔ آج اس کو جو خفت اٹھانی پڑی تھی رات بھر اس کے تصوّر سے کروٹیں بدلتا رہا ۔ دوسرے دن حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا ، تو انھوں نے ہنس کر فرمایا ؎

مریز آبروئے برادر بکوئے	که دہرت بریزد بشہر آبروئے

گلی کوچہ میں بھائی کی آبرو ریزی نہ کر ۔ ورنہ زمانہ شہر میں تیری آبرو ریزی کرے گا ۔

غیبت کرنے والا اپنی عزت گھٹاتا ہے

ایک شخص نے ایک دانا کے سامنے کسی دوسرے آدمی کی بدگوئی کی دانا نے کہا کہ بھائی میرے سامنے کسی کی بدگوئی نہ کر ایسا نہ ہو کہ میں تیرے بارے میں بھی بدگمان ہو جاؤں ۔ میں مانتا ہوں کہ تو جس کی غیبت کر رہا ہے ۔ اس کی عزت گھٹ جائے گی لیکن اس

سے تیری عزت میں بھی تو اضافہ نہ ہو گا۔

اپنا بھید کسی پر ظاہر نہ کرو

ایک بادشاہ زنکش، نے اپنے غلاموں سے ایک راز کی بات کہی اور انہیں منع کیا کہ اس بات کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرنا۔

ایک سال تک تو خیریت رہی پھر ان غلاموں میں سے ایک نے اپنے کسی دوست کے سامنے یہ بھید ظاہر کر دیا۔ اور اسے تاکید کی کہ یہ کسی دوسرے کو نہ بتانا۔ اس کے دوست نے اسی طرح کسی دوسرے کو یہ بات بتا دی۔ شدہ شدہ یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔ بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ ان غلاموں کے سر قلم کر دو۔ ان میں سے ایک نے امان چاہی اور عرض کی کہ اے بادشاہ اپنے غلاموں کو قتل نہ کر کہ اس خطا کی ابتدا تجھی نے کی ہے۔ تو نے شروع ہی میں چشمے کا منہ کیوں بند نہ کیا۔ جب وہ سیلاب بن گیا تو اس کے آگے بند باندھنے سے کیا فائدہ ہے

سخن تا نگوئی بر و دست ہست
چو گفتہ شود یابد او بر تو دست

تو نے جب تک بات منہ سے نہیں نکالی تیرا اس پر قابو ہے جب منہ سے نکال دی تو وہ تیرے اوپر قابو پا لے گی۔

برائی کا علاج برائی نہیں ہے

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ نظامیہ میں تحصیل علم کرتا تھا میرا وظیفہ مقرر تھا اور لکھنا پڑھنا ہی میرا اوڑھنا بچھونا تھا۔ میرا ایک ساتھی مجھ سے بہت جلتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اپنے استاد کے پاس اس کی شکایت کی اور کہا کہ اے استادِ محترم جب میں کسی حدیث کی تشریح اور اس کے نکات و رموز بیان کرتا ہوں تو میرا یہ خبیث دوست مارے حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگتا ہے۔ اس پیشوائے عالی مقام (استاد) نے بگڑ کر فرمایا۔

حسودی پسندت نیاید زدوست

ندانم کہ گفتت کہ غیبت نکوست

گر او راہ دوزخ گرفت از خسی

ازیں راہِ دیگر تو در وے رسی

دوست کا حسد کرنا تو تجھے پسند نہ آیا۔ نہ معلوم تجھے کس نے بتلایا ہے کہ غیبت اچھی چیز ہے۔ اگر اس نے کمینہ پن کی وجہ سے دوزخ کا راستہ اختیار کیا ہے تو اسی قسم کے دوسرے راستے سے تو بھی دوزخ میں پہنچے گا۔

مقسوم کے بغیر رزق نہیں ملتا

ایک کمزور ماہی گیر کے جال میں ایک طاقتور مچھلی پھنس گئی۔

ماہی گیر میں اتنی طاقت نہ تھی کہ جال پانی سے کھینچ سکے۔ مچھلی نے زور مارا تو جال اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ؎

دام ہر بار ماہی آوردے

ماہی ایں بار رفت و دام ببرد

(جال ہر بار مچھلی لاتا تھا۔ اس بار مچھلی گئی اور جال ہی کو لے گئی)

دوسرے ماہی گیروں کو بہت افسوس ہوا اور وہ اس کو ملامت کرنے لگے کہ ایسا شکار تیرے جال میں پھنسا اور تو اس کو تھام نہ سکا۔ اس نے کہا کہ اے بھائیو میں کیا کر سکتا تھا کہ یہ مچھلی میرا رزق نہ تھی اور مچھلی کا رزق ابھی باقی تھا۔ داناؤں نے کہا ہے کہ شکاری مقسوم کے بغیر دریا سے مچھلی نہیں پکڑ سکتا اور مچھلی بے موت خشکی پر نہیں مرتی۔

موت سے بھاگنا ناممکن ہے

ایک ایسے آدمی نے جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے ایک ہزار پائے (کنکھجورے) کو مار ڈالا۔ ایک صاحب باطن کا وہاں سے گزر ہوا۔ کہنے لگا سبحان اللہ یہ کیڑا ہزار پاؤں رکھتا تھا۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آپہنچا تو ایک بے دست و پا کے ہاتھ سے نہ بھاگ سکا ؎

چو آید ز پے دشمن جاں ستاں

بندد اجل پائے مرد دواں

جب جان کا لینے والا دشمن پیچھے سے آئے تو موت دوڑنے والے آدمی کے پاؤں باندھ دیتی ہے۔

گداگری کیسے ختم ہو سکتی ہے

مغرب کا ایک باشندہ ایک دفعہ شہر حلب کے بزازوں کے درمیان کھڑا تھا اور یہ صدا لگا رہا تھا۔

"اے دولت والو اگر تم میں انصاف ہوتا (یعنی زکوٰۃ وصدقات وغیرہ حاجت مندوں کو بغیر طلب کئے دیتے) اور ہم میں قناعت تو دنیا سے رسم گدائی اُٹھ جاتی۔"

نیکی کا پھل میٹھا

شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بزرگوں کے ایک گروہ کے ساتھ میں کشتی میں بیٹھا تھا۔ ہمارے پیچھے ایک چھوٹی کشتی ڈوب گئی۔ اور اس میں سوار دو بھائی ایک بھنور میں پھنس گئے۔ میرے ساتھی بزرگوں میں سے ایک نے ملاح سے کہا کہ جلد دونوں بھائیوں کو بچا۔ تجھے ہر ایک کے عوض پچاس دینار دوں گا۔ ملاح پانی میں کود پڑا اور ایک بھائی کو بھنور سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن دوسرا ہلاک ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اس کی زندگی باقی نہ رہی تھی اس لیے تو نے اس کے پکڑنے میں سستی کی اور دوسرے کے

پکڑنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ ملاح ہنس پڑا اور کہا کہ جو کچھ تو نے کہا ہے درست ہے لیکن ایک دوسرا سبب بھی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا کہ اس کو بچانے کی خواہش میرے دل میں زیادہ تھی کیونکہ ایک دفعہ میں جنگل میں سخت تھک گیا تھا اس نے مجھے اپنے اونٹ پر بٹھالیا تھا اور دوسرے کے ہاتھ سے میں نے لڑکپن میں ایک کوڑا کھایا تھا۔

میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لیے فائدہ مند ہے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کی برائی بھی اسی پر ہے (اس کے آگے آئے گی) قطعہ

تا توانی درونِ کس مخراش
کاندریں راہ خارہا باشد
کارِ درویشِ مستمند بر آر
کہ ترا نیز کارہا باشد

(جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دکھا کیونکہ اس راہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ ضرورت مند درویش کا کام بر لا تاکہ تیرے کام بھی بر آئیں۔)

دشمن کی موت خوشی کا موقع نہیں ہے

کوئی شخص نوشیروانِ عادل کے پاس خوشخبری لے گیا کہ اللہ تعالیٰ نے

نے تمہارے فلاں دشمن کو دنیا سے اٹھا لیا ہے۔ نوشیروان نے کہا "کیا تو نے یہ بھی سنا ہے کہ موت نے مجھے چھوڑ دیا ہے"

مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانیٔ ما نیز جاودانی نیست

ہمارے لیے دشمن کی موت خوشی کا موقع نہیں کہ ہماری زندگی بھی ہمیشہ کی نہیں ہے۔

اولاد کی تربیت

شیخ سعدیؒ سے پوچھا گیا کہ اولاد کی تربیت کیسے کرنی چاہیے انہوں نے فرمایا:-

۱۔ جب بچے کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جائے تو اس کو نامحرموں اور ایروں غیروں میں نہ بیٹھنے دو۔

۲۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام باقی رہے تو اولاد کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے۔

۳۔ اگر تجھے بچے سے محبت ہے تو اس سے زیادہ لاڈ پیار نہ کر۔

۴۔ بچے کو استاد کا ادب سکھاؤ اور اس کو استاد کی سختی سہنے کی عادت ڈالو۔

۵۔ بچے کی تمام ضرورتیں خود پوری کرو اور اس کو ایسے عمدہ طریقے سے رکھو کہ وہ دوسروں کی طرف نہ دیکھے۔

۶۔ شروع شروع میں پڑھاتے وقت بچے کی تعریف اور شاباش سے اس کی حوصلہ افزائی کرو۔ جب وہ اس طرف راغب ہو جائے تو اس کو اچھے اور برے کی تمیز سکھانے کی کوشش کرو اور ضرورت پڑے تو سختی بھی کرو۔

۷۔ بچے کو دستکاری (ہنر) سکھاؤ۔ اگر وہ ہنر مند ہو گا۔ تو برے دنوں میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اپنے ہنر سے کام لے سکے گا۔

۸۔ بچوں پر کڑی نگرانی رکھو تاکہ وہ بروں کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔

بدحالی میں ہمت نہ ہارو

ایک آدمی چلتے چلتے بہت تھک گیا اور راستے میں بیٹھ کر رونے لگا کہ مجھ سے بڑھ کر کون مسکین ہو گا، جسے سواری کی توفیق بھی نہیں ایک دانا نے سن کر کہا اے بے تمیز کیوں ناشکری کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ خدا نے تجھے سواری کی توفیق نہیں دی لیکن اس نے تجھے گدھا بھی تو نہیں بنایا کہ لوگ تجھ پر سوار ہوں اور بوجھ لادیں۔

جو بزرگوں کا دامن چھوڑ دیتا ہے، روتا ہے

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک دفعہ عید کے دن میں اپنے والد کے ساتھ باہر گیا۔ راستے میں ایک جگہ کھیل کود میں

مشغول ہوگیا اور والد کا ساتھ چھوٹ گیا۔ جب کھیل کود سے فارغ ہوا اور والد کو نہ دیکھا تو خوف اور دہشت سے بے اختیار رونے لگا۔ اتنے میں میرے والد بھی مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں آپہنچے۔ انھوں نے میرے کان اینٹھے اور جھڑک کر کہا کہ بیوقوف بچے میں نے تجھے کئی بار سمجھایا کہ میرا دامن کبھی نہ چھوڑنا جو بزرگوں کا دامن چھوڑ دیتے ہیں وہ اسی طرح روتے ہیں ے

تو ہم طفل راہی بسعی اے فقیر
برو دامن نیک مرداں بگیر

اے فقیر چلنے میں تو بھی طفلِ راہ ہے جا اور نیک انسانوں کا دامن پکڑ لے۔

بچوں پر بے جا سختی نہ کرو

ایک بوڑھے نے اپنے لڑکے کو ڈنڈے سے مارا۔ اس نے کہا:۔

"ابا بے قصور نہ ماریئے۔ اگر لوگ مجھ پر ظلم کریں تو میں ان کے ظلم کی فریاد آپ کے پاس کر سکتا ہوں لیکن جب آپ مجھ پر ظلم کریں تو کس کے پاس فریاد کروں؟" ے

بداور تحرد شد خداوند ہوش
نہ از دستِ داور بر آرو خروش

ہوش والا خدا کے پاس فریاد لے جاتا ہے خدا کے ہاتھ کی فریاد نہیں کرتا۔

ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے رہو

چوکیدار نے ایک چور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ وہ ساری رات بڑے کرب میں مبتلا رہا۔ اسی حالت میں اس کے کان میں کسی شخص کے رونے کی آواز آئی جو اپنی تنگ دستی پر خدا سے شکوہ کر رہا تھا۔ چور نے پکار کر کہا کہ اے بھائی جا خدا کا شکر کر ہاتھ تنگ ہیں تو کیا ہوا میری طرح بندھے ہوئے تو نہیں ؎

مکن نالہ از بے نوائی بسے
چو بینی ز خود بے نواتر کسے

بے سامانی کی وجہ سے زیادہ نہ رو جب کہ اپنے سے زیادہ کسی کو بے سامان دیکھ لے۔

ساتواں باب

چند لمحے اہل حق کے ساتھ

شہِ جیلان رح کی دُعا

سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی رح کو گوں نے دیکھا کہ بیت اللہ شریف میں سنگریزوں پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے خداوند کریم اگر میں عذاب کے لائق ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اٹھانا کہ نیکوں کے سامنے مجھے شرمسار نہ ہونا پڑے۔

اہل حق دشمنوں کا دل بھی نہیں دکھاتے

ایک چور ایک اور پرہیزگار آدمی کے گھر میں گھس گیا۔ جس قدر تلاش کی کوئی چیز لے جانے کے لئے نہ ملی۔ مایوس اور

غمگین واپس لوٹا۔ اس نیک انسان کو خبر ہوئی تو اس نے وہی گدڑی جس میں سویا ہوا تھا اٹھائی اور چور کے راستے میں پھینک دی تا کہ مایوس واپس نہ جائے۔ قطعہ

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا
دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام!
کہ بادوستانت خلاف است وجنگ

(میں نے سنا ہے کہ راہِ حق پر چلنے والے لوگ دشمنوں کا دل بھی نہیں دکھاتے تھے۔ تجھے یہ مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے دوستوں کے خلاف بھی ہے اور ان سے لڑائی مول لے رکھی ہے۔)

پاک باز لوگوں کی دوستی اور محبت جیسے منہ پر آتی ہے ویسے ہی پیٹھ پیچھے۔ یہ نہیں کہ پیٹھ پیچھے عیب ڈھونڈتے ہیں اور سامنے قربان ہو ہو جاتے ہیں۔

دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو

لوگوں نے ایک پرہیزگار آدمی سے پوچھا کہ فلاں عابد کے بارے میں لوگ بری بات کہتے ہیں آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کے ظاہر میں کوئی عیب نہیں دیکھتا رہا

اس کا باطن تو میں غیب کا علم نہیں جانتا ؎

ہر کرا جامہ پارسا بینی
پارسا دان ونیک مرد انگار

جس کسی کو تو پرہیز گاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھے۔اس کو پرہیز گار اور نیک ہی متصور کر۔

حضرت ذوالنون مصری رح اور ایک وزیر

ایک وزیر حضرت ذوالنون مصری رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور عرض کی کہ میں دن رات بادشاہ کی خدمت میں مشغول رہتا ہوں۔ گو مجھے اس سے بھلائی کی توقع ہوتی ہے پھر بھی اس کے خوف سے لرزہ براندام رہتا ہوں۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے ہمت دے حضرت ذوالنون رح اس کی باتیں سن کر رو پڑے اور فرمایا اگر میں اللہ جل شانہٗ کی ایسی خدمت کرتا جیسے کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے تو امید ہے کہ مولائے کریم مجھے صدیقوں کا مرتبہ عطا فرماتا۔

گر وزیر از خدا بترسیدے
ہمچناں کز ملک ملک بودے

(اگر وزیر خدا سے اتنا ہی ڈرتا جتنا بادشاہ سے تو وہ فرشتہ بن جاتا۔)

پہلوان وہ ہے جو اپنے غصے پر قابو پالے

ایک صاحب دل نے ایک شاہ زور آدمی کو دیکھا کہ سخت غضبناک تھا اور اول فول بک رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص نے اُسے گالی دی ہے۔ صاحب دل نے فرمایا کہ یہ کمبخت ہزار من کا پتھر اٹھا لیتا ہے لیکن ایک چھوٹی سی بات برداشت نہیں کر سکتا ہے

بنی آدم سرشت از خاک دارند
اگر خاکی نباشد آدمی نیست

(انسان کا خمیر خاک سے اٹھا ہے۔ اگر خاکساری نہ کرے تو آدمی نہیں ہے۔)

دشمن کو احسان کی تلوار سے مارنا چاہیئے

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ کبار میں سے ایک کے پاس شکایت کی کہ فلاں شخص نے میرے خلاف شرانگیز جھوٹی گواہی دی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ نیکی کرتا کہ وہ شرمندہ ہو سے

تو نیکو روش باش تا بدسگال　　بنقص تو گفتن نیابد مجال

(تو برے آدمی کے ساتھ نیک روش اختیار کر تاکہ اس میں تیری

عیب چینی کی طاقت نہ رہے۔)

شاہ و پارسا

ایک بادشاہ نے ایک پاک باز آدمی سے پوچھا کہ آپ کو کبھی میری یاد بھی آئی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ "ہاں! جب میں خدا کو بھول جاتا ہوں۔"

ایک مردِ حق اور بادشاہ وقت

ایک مردِ باخدا جنگل کے ایک گوشہ میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا تھا۔ اور اس نے بادشاہ کی طرف دھیان نہ کیا۔ بادشاہ اس کی بے نیازی پر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ یہ گدڑی پوش جانور ہوتے ہیں ان کو انسانیت چھو کر بھی نہیں گئی۔ بادشاہ کے تیور دیکھ کر وزیر اس فقیر کے پاس گیا اور کہا اے مردِ خدا ایک جلیل القدر بادشاہ تیرے پاس سے گزرا لیکن تو نے کوئی خدمت نہ کی اور نہ آداب بجالایا۔ اس نے کہا بادشاہ سے کہہ دو کہ خدمت کی توقع اس سے رکھے جو اس سے انعام کی توقع رکھتا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ بادشاہ رعیت کی نگہبانی کے لیے ہیں نہ کہ رعیت بادشاہوں کی اطاعت کے لیے ؎

گوسپند از برائے چوپاں نیست
بلکہ چوپاں برائے خدمت اوست

بھیڑ چرواہے کے لیے نہیں ہے بلکہ چرواہا اس کی خدمت کے لیے ہے۔ بادشاہ کو فقیر کی باتیں بھلی معلوم ہوئیں اس نے فقیر سے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگ۔ فقیر نے کہا میں یہ مانگتا ہوں کہ آپ یہاں دوبارہ تشریف لاکر مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔

بادشاہ نے کہا تو پھر مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

فقیر نے کہا ؎

دریاب کنوں کہ نعمت ہست بدست
کیں دولت و ملک میرود دست بدست

ابھی وقت ہے کہ کچھ کر لے کیوں کہ نعمت اب تیرے ہاتھ میں ہے اچھی طرح جان لے یہ دولت اور ملک ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے۔

گر کسے خاکِ مردہ باز کند
نشناسد توانگر از درویش

اگر کوئی مردے کی قبر کھولے تو مالدار اور فقیر میں تمیز نہیں کر سکتا۔

مردانِ خدا اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے

میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ کعبہ کی چوکھٹ پر اپنا سر رگڑ رہا تھا۔ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے غفور اے رحیم تو جانتا ہے کہ مجھ ظالم اور جاہل سے کیا ہو سکتا ہے۔ عبادت گذار عبادت کا بدلہ

چاہتے ہیں اور سوداگر سامان کی قیمت چاہتے ہیں۔ میں ناچیز امید لے کر آیا ہوں نہ بندگی کے عوض بھیک مانگتا ہوں اور نہ تجارت کرنے آیا ہوں۔

اِصْنَعْ بِنَا مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا مَا نَحْنُ اَھْلُہٗ

ہمارے ساتھ وہ کر جس کا تو اہل ہے وہ نہ کر جس کے ہم سزاوار ہیں ؎

می نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلمِ عفو بر گناہم کش

میں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول کرلے ہاں معافی کا قلم میرے گناہ پر پھیر دے۔

اہل حق اپنی تعریف پسند نہیں کرتے

اہل مجلس میں کچھ لوگ ایک بزرگ کی تعریف کر رہے تھے اور اس کے اچھے اوصاف کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے تھے۔ اس بزرگ نے سر اٹھایا اور کہا "من آنم کہ من دانم" میں جو کچھ ہوں میں ہی جانتا ہوں۔

کَفَتْ اَذًی یَا مَنْ یَعُدُّ مَحَاسِنِیْ
عَلَانِیَتِیْ ھٰذَا وَلَمْ تَدْرِ بَاطِنِیْ

اے وہ شخص جو میری خوبیاں بیان کر رہا ہے تو ہی میرے ستانے کو کافی ہے۔ یہ تو میرا ظاہر ہے تجھے میرے باطن کی کیا خبر ہے۔

اہل حق مصیبت کو گناہ پر ترجیح دیتے ہیں

میں نے ایک پارسا کو دریا کے کنارے پر دیکھا جس کو چیتے نے زخمی کر دیا تھا۔ اور اس کا زخم کسی دوا سے اچھا نہ ہوتا تھا۔ عرصہ دراز سے اس تکلیف میں مبتلا تھا اور ہر وقت خدا عزوجل کا شکر ادا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ شکر کس بات کا ادا کرتے ہو اس نے کہا اس کا کہ مصیبت میں مبتلا ہوں نہ کہ گناہ میں۔

پلنگ سوار

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کہ چیتے پر سوار تھا اور چیتا پالتو گھوڑے کی طرح اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے چلا آرہا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں لرزہ براندام ہو گیا۔ اس شخص نے مسکراتے ہوئے مجھ سے خطاب کیا کہ اے سعدی جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اس پر تعجب نہ کر۔ تو اگر خدا کے حکم سے گردن نہ موڑے گا تو تیرے حکم سے کوئی بھی گردن نہ موڑے گا۔

اولیاء اللہ صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ایک بوڑھا درویش میرا ساتھی تھا۔ ہم دونوں سفر کرتے کرتے ایک دریا پر پہنچے۔

ہمیں پار جانا تھا۔ اور کشتی بان معاوضہ لیے بغیر کسی کو کشتی پر سوار نہ کرتے تھے۔ میرے پاس ایک درہم تھا۔ چنانچہ مجھے تو انھوں نے بیٹھا لیا۔ لیکن بوڑھا درویش خالی ہاتھ تھا۔ اسے کشتی میں بٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور کشتی کو تیزی سے چلا دیا۔ مجھے اپنے ساتھی کی بے کسی پر رونا آگیا۔ مجھے اس قدر ملول دیکھ کر بوڑھا درویش قہقہہ مار کر ہنسا۔ اور کہا کہ اے عقلمند میرے حال پر غم نہ کھا۔ مجھے وہی ذات دریا پار کرائے گی جو کشتی لے جا رہی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھایا اور اس پر بیٹھ کر آناً فاناً دریا کے پار اتر گیا۔ میں سمجھا کہ میرا وہم ہے یا خواب ہے فرطِ تحیّر سے میں بے ہوش ہو گیا اور ساری رات کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح کو ہوش آیا تو اس درویش نے آواز دی کہ اے مبارک خیال دوست تو تعجب میں کیوں پڑ گیا۔ تجھے کشتی نے کنارے پر پہنچایا اور مجھے خدا نے۔

نگہ دارد از تابِ آتشِ خلیلؑ
چو تابوتِ موسیٰؑ ز غرقابِ نیل
تو بر روئے دریا قدم چو زنی
چو مردان کہ بر خشک تر دامنی

بھڑکتی ہوئی آگ کی گرمی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی حفاظت کی اور اسی طرح اس نے حضرت موسیٰؑ کے صندوق کو دریائے نیل میں غرق ہونے سے بچایا تو اولیاء اللہ کی طرح

دریا کی سطح پر کیسے قدم دھر سکتا ہے کہ تیرا دامن خشکی پر تر ہے۔ (یعنی گناہوں میں ملوث ہے)۔

خدا دوست درویش

ملک شام کے ایک غار میں ایک درویش ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ اس کا نام "خدا دوست" تھا۔ وہ فی الواقع اسم بامسمیٰ تھا۔ دنیا کے جھگڑوں جھمیلوں سے اسے کوئی سروکار نہ تھا اور اس کی قناعت اور بے نیازی کو دیکھ کر سبھی لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور عقیدت کے پھول اس کے قدموں پر نچھاور کرتے تھے اس علاقے کا حاکم بڑا ظالم اور مردم آزار تھا اور لوگ اس سے بڑی نفرت کرتے تھے۔ یہ حاکم بھی کبھی کبھی خدا دوست کی زیارت کے لئے جاتا لیکن وہ مرد خدا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ ایک دن حاکم نے شکایتاً کہا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں میں حاضر ہوتا ہوں۔ لیکن آپ نفرت سے میری طرف سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ مانا کہ میں تمام ملک کا بادشاہ نہیں ہوں لیکن عزت میں کسی درویش سے تو کم نہیں ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھ سے کوئی امتیازی سلوک کریں تاہم اتنی توقع ضرور رکھتا ہوں کہ آپ عام لوگوں جیسا سلوک ہی میرے ساتھ کریں۔

خدا دوست نے جواب دیا کہ اے حاکم کان کھول کر سن لے کہ

اللہ کی مخلوق تیرے ظلم سے نالاں ہے۔ اگر تو اللہ کے بندوں کا دشمن ہے تو میں تیرا دوست کیسے بن سکتا ہوں اور اگر میری تیری دوستی کی کوئی راہ نکل بھی آئے تو اس کا کیا علاج کہ خدا تجھے دشمن سمجھتا ہے اور خدا سے دوستی رکھنے والے کی اگر کھال بھی ادھیڑ دی جائے تو وہ دوست کے دشمن کا دوست نہیں ہو سکتا۔ یہاں سے چلا جا اور احسان اور رحم پر کمر باندھ تا کہ خلق خدا تیرے حق میں دعا کرے ؎

مہا زور مندی مکن بر کہاں
کہ بر یک نمط می نماند جہاں!
مبر گفتمت پائے مردم زجائے
کہ عاجز شوی گر در آئی زپائے

اے بڑے چھوٹوں پر زور نہ دکھا کیوں کہ زمانہ ایک حالت میں نہیں رہے گا۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ لوگوں کو نہ ستا کہ اگر تو گر پڑا تو لاچار ہو جائے گا۔

فقیروں کی گدڑی

رندوں کا ایک گروہ ایک درویش کا دشمن تھا۔ ایک دن انہوں نے اس درویش کو ناحق برا بھلا کہا اور مارا پیٹا۔ وہ اپنے پیر طریقت کے پاس اپنی مظلومی کی شکایت لے گیا۔ انھوں نے

کہا کہ اے فرزند فقیروں کی گدڑی رضا کا لباس ہے جو اس لباس کو پہن کر نامرادی کی برداشت نہ کرے وہ محض مدعی ہے درویش نہیں ہے اور گدڑی پہنتا اس پر حرام ہے۔

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ
عارف کہ برنجد تنک آبست ہنوز

(بڑا دریا، ایک پتھر سے گدلا نہیں ہوتا عارف رنجیدہ ہو وہ ابھی تھوڑے پانی میں ہے۔)

درویش، لوگوں کی نکتہ چینی سے نہیں ڈرتے

ایک شخص جو سرتاپا بدکاریوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ گناہوں سے تائب ہو گیا اور اوباشوں کی صحبت سے کنارہ کر کے اہل حق کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے فیضِ صحبت سے نہایت اعلیٰ اخلاق اور کردار کا مالک بن گیا لیکن گذشتہ زندگی کے پیش نظر لوگ اس کو برا ہی کہتے تھے۔ اور اس کی نیکی اور تقویٰ کو ریاکاری سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ بے چارہ لوگوں کے طعنوں سے تنگ آکر اپنے پیرِ طریقت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ان لوگوں کی زبان درازی نے میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے بیٹے تو اس نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے کہ تو اس سے بہتر ہے جیسا کہ وہ تجھے سمجھ رہے ہیں۔

نیک باشی و بدت گوید خلق
بہ کہ بد باشی و نیکت بینند

(اگر فی الواقع تو نیک ہو اور لوگ تجھے بُرا کہیں۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ تو حقیقت میں بُرا ہو اور لوگ تجھے نیک کہیں)

حاتم اصم کا بہراپن

مشہور ولی اللہ حضرت حاتم اصمؒ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہرے تھے۔ ایک روز حضرت حاتمؒ کی نشستگاہ کے قریب ایک مکھی مکڑی کے جالے میں پھنس گئی اور بھنبھنانے لگی۔ حضرت حاتمؒ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا اے لالچی مکھی ہر جگہ شکر، شہد اور قند نہیں ہوتی بلکہ بہت سے گوشوں میں پھندا اور جال بچھا ہوتا ہے۔ حاضرین مجلس میں سے ایک نے کہا کہ آپ نے مکھی کی بھنبھناہٹ سن لی حالانکہ آپ بہرے ہیں۔

حاتم اصمؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بھائی حقیقت میں میں بہرا نہیں ہوں لیکن ایسے بنا رہتا ہوں گویا کچھ سنتا ہی نہیں یہ اس لیے کہ لوگ میرے سامنے میرے عیب بیان کریں اور میں ان سے اپنا دامن بچا سکوں ۔

بجبلِ ستایش فراچہ مشو
چو حاتم اصمؒ باش و غیبت شنو

(تعریف کی رسی کے ذریعے کنوئیں میں نہ گر، حاتم اصم کی طرح بہرا بن اور برائی سن)

ایک پارسا اور بدمست گویّا

ایک بدمست گویا رات کے وقت بغل میں بربط لیے جا رہا تھا۔ راستے میں ایک پارسا ملا۔ گویّے نے عالمِ مستی میں بربط اس کے سر پر دے ماری۔ بربط ٹوٹ گئی اور پارسا کے سر سے خون بہنے لگا۔ لیکن وہ خاموشی سے چلا گیا اور کہا کہ میرے بھائی گذشتہ شب تو مغرور اور مست تھا۔ اسی لیے تیری بربط ٹوٹی اور میرا سر ٹوٹا۔ میرے سر کا زخم تو خود ہی ٹھیک ہو جائے گا البتہ تیری بربط کی مرمت پر روپیہ خرچ ہو گا۔ لہذا یہ حقیر سا نذرانہ لایا ہوں کہ اپنی بربط ٹھیک کرا لو۔

ازیں دوستانِ خدا بر سرند
کہ از خلق بسیار بر سر خورند

(اللہ کے دوست اسی لیے سربلند ہیں کہ یہ دنیا کے ہاتھوں بڑے دکھ اٹھاتے ہیں۔)

حضرت ذوالنون مصری اور خشک سالی

ایک سال مصر میں بارش نہ ہوئی اور ملک میں قحط پڑ گیا۔ لوگوں

نے بہت گریہ وزاری کی لیکن آسمان سے پانی کی ایک بوند تک نہ ٹپکی ایک شخص ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں آیا۔ اور ان سے درخواست کی کہ بارش کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔

حضرت ذوالنونؒ نے یہ بات سنی تو اپنے بوریا بستر باندھ مدین کی طرف چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس زور سے مینہ برسا کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ پندرہ بیس دن بعد حضرت ذوالنون کو مدین میں خبر ملی کہ سیاہ بادل کو آخر مصر کے لوگوں پر رحم آگیا اور وہ ان کی مصیبت پر رو دیا۔ یہ خبر پاکر وہ واپس مصر تشریف لے آئے ایک مردِ خدا نے ان سے پوچھا کہ آپ کے مصر سے چلے جانے میں کیا مصلحت تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ بعض دفعہ اچھوں کا رزق بروں کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔ میں نے اس ہولناک خشک سالی کے اسباب پر غور کیا اور اپنے سے زیادہ گنہگار اس ملک میں کسی کو نہ دیکھا۔ چنانچہ میں یہاں سے بھاگ گیا۔ تاکہ میری وجہ سے لوگوں پر خیر کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔

تو آنگہ شوی پیش مردم عزیز
کہ مر خویشتن را نگیری بچیز
بزرگِ کہ خود را بخُردے شمرد
بدنیا و عقبیٰ بزرگی ببرد!!

دتو لوگوں کے نزدیک صاحبِ عزت تبھی ہو گا کہ خاص اپنی ذات کو کچھ نہ سمجھے۔ جس بڑے نے اپنے آپ کو کسی چھوٹے کے برابر سمجھا وہ دنیا اور آخرت میں بزرگی لے گیا۔)

اہلِ خرد مار کھا کر بھی مہربانی کرتے ہیں

ایک بدمست شرابی نے ایک حق پرست عقل مند کا گریبان پکڑ لیا اور طمانچے مارے اس نیک آدمی نے خاموشی سے مار کھالی اور اُف تک نہ کی کسی نے اس سے کہا کہ تو نے ہاتھ میں چوڑیاں تو نہیں پہن رکھی تھیں۔ ایسے بدتمیز کا منہ کیوں نہ توڑا۔

اس نیک سیرت انسان نے جواب دیا کہ بھائی وہ تو رند تھا لیکن میں تو ہوشیار تھا۔ ایک ہوشیار سے یہ توقع کیوں کہ وہ ایک رند سے دست و گریبان ہو جائے ؂

ہنر در چنیں زندگانی کنند
جفا بینند و مہربانی کنند

اہلِ ہنر اس طرح زندگی بسر کرتا ہے کہ ظلم سہتا ہے اور مہربانی کرتا ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ اور ایک بیمار مسافر

ایک دفعہ حضرت معروف کرخیؒ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ یہ

شخص نہایت ضعیف العمر تھا اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا تھا اس پر مستزاد یہ کہ نہایت درشت مزاج اور چڑچڑا تھا۔ رات بھر کراہتا رہتا تھا اور لوگوں کو ستاتا رہتا تھا۔ اس کی بدمزاجی اور آہ وزاری سے تنگ آکر مخلوق نے اس سے راہِ گریز اختیار کر لی تھی ہاں اگر کوئی شخص چیں بجبیں ہوئے بغیر دن رات اس کی خدمت پر کمربستہ تھا۔ تو وہ معروف کرخیؒ تھے۔ وہ بوڑھے مہمان کے آرام کی خاطر ساری ساری رات جاگتے رہتے اس طرح ان کو کئی راتیں مسلسل جاگتے گزر گئیں۔ ایک رات تھوڑی دیر کے لیئے ان کی آنکھ لگ گئی بوڑھے نے فوراً انھیں کوسنا شروع کر دیا اور متکبر، فریبی، مکار، دین فروش، غرض جو منہ میں آیا کہہ ڈالا۔ حضرت معروف کرخیؒ نے نہایت تحمل سے ان کی باتیں سنیں اور کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن ان کی اہلیہ کو اس مہمان کی بکواس پسند نہ آئی اور انھوں نے معروفؒ سے کہا کہ یہ بوڑھا سخت کمینہ اور احسان فراموش ہے بھلائی اور رحم اپنی جگہ ہے۔ لیکن بروں کے ساتھ نیکی کرنا برا ہے۔ اس کمینے کو یہاں سے دفع کیجئے۔ بیوی کی باتیں سن کر حضرت معروف ہنس پڑے اور بیوی کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا :۔

جفائے چنیں کس بباید شنود
کہ نتواند از بے قراری غنود
چو خود را قوی حال و بینی و خوش
بشکرانہ بار ضعیفاں بکش

(کسی ایسے آدمی کی جفا کو سننا چاہیے جو بے چینی کی وجہ سے نہ سو سکے۔ جب تو اپنے آپ کو خوش حال اور قوی دیکھے تو شکرانہ میں ضعیفوں کا بار برداشت کر۔)

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے اعلیٰ اخلاق کی بدولت ہی معروف کرخیؒ کا نام آج تک زندہ ہے ۔

نہ بینی کہ در کرخ تربت بسیست
بجز گورِ معروفؒ معروف نیست

تو نے نہیں دیکھا کہ کرخ میں بے شمار قبریں ہیں لیکن حضرت معروفؒ کی قبر کے سوا کوئی مشہور نہیں ہے۔

مردانِ خدا اپنے آپ کو سب سے بُرا جانتے ہیں

ایک شریر النفس آدمی ایک درویش کے پاس گیا اور اس سے کچھ طلب کیا۔ اتفاق سے اس وقت درویش بالکل خالی ہاتھ تھا۔ اس نے سائل کی ضرورت پوری کرنے سے معذوری کا اظہار کیا اس پر بے شرم سائل غضب ناک ہو گیا اور گلی میں جا کر درویش کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مکار، رہزن، دغاباز، گندم نما جو فروش پیٹو غرض کوئی گالی ایسی نہ تھی جو اس نے درویش کو نہ دی ہو۔

نیک دل درویش کو اس کی دشنام طرازی کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ جو کچھ اس شخص نے میرے بارے میں کہا ہے۔ حقیقت

ہیں میں اس سے بھی بڑا ہوں۔ یہ شخص تو بہت نیک گمان ہے جو یہ سمجھا کہ میرے صرف یہی عیوب ہیں اگر میدانِ محشر میں بھی یہ شخص میرے اتنے ہی عیوب کا گواہ ہو تو میں دوزخ سے نہیں ڈرتا اس لیے کہ پھر تو میرا حال بہتر ہو گا۔

وے امسال پیوست با ما وصال
کجا داندم عیب ہفتاد سال
بہ از من کس اندر جہاں عیبِ من
نداند بجز عالم الغیب فن!

وہ اس سال میرے پاس تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا۔ اس کو میرے ستر سال کے عیبوں کی کیا خبر! دنیا میں میرے عیب مجھ سے بہتر عالم الغیب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نیک فطرت آدمی بُروں کو بھی اچھا سمجھتا ہے

ایک شخص نہایت خوش خلق اور نیک سیرت تھا۔ وہ بروں کو بھی بھلا کہتا تھا۔ کیوں کہ اپنی نیک فطرت کی وجہ سے اس کی نظر ان کے عیبوں پر نہیں جاتی تھی۔ جب اس نے دنیائے فانی سے کوچ کیا تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہوا اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ الحمد للہ مجھ پر کوئی سختی نہیں کی گئی کیوں کہ میں نے بھی کبھی کسی کے ساتھ سختی نہ کی تھی۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور بیمار کتا

شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ ایک دفعہ بیابان میں جا رہے تھے۔ کہ انھیں ایک لاغر اور زخمی کتا نظر آیا جو بھوک سے مر رہا تھا۔ حضرت جنید نے اپنی سفر کی خوراک میں سے آدھی اسے کھلا دی اور وہ اٹھ بیٹھا۔ سنا ہے کہ حضرت جنیدؒ وہاں سے جاتے وقت رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کون جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے اللہ کے نزدیک کون بہتر ہے۔ اس لیے کہ کتا باوجود اپنی تمام بدنامی کے جب مر جائے گا تو اس کو دوزخ نہ لے جائیں گے۔

راہ ایں است سعدی کہ مردانِ راہ
بعزت نکردند در خود نگاہ
ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اے سعدی راہ حق یہی ہے کہ اہل طریقت نے کبھی اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا نہیں سمجھا (عزت سے اپنے اندر کبھی نگاہ نہیں کی) اسی وجہ سے وہ فرشتوں پر بزرگی رکھتے ہیں کہ اپنے آپ کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

حضرت لقمانؒ کی عالی ظرفی

مشہور دانا حضرت لقمانؒ سیاہ فام تھے وہ تن پرور اور نازک بدن نہیں تھے ایک دفعہ بغداد کے ایک امیر آدمی کا سیہ فام غلام بھاگ گیا۔ اس آدمی نے غلطی سے لقمان کو اپنا بھاگا ہوا غلام سمجھ لیا اور انھیں اپنا مکان بنانے پر لگا دیا۔ بے چارے دن بھر گارا اور اینٹیں ڈھوتے رہتے یہاں تک کہ ایک برس گذر گیا۔ اور مکان بن کر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے انہی دنوں امیر آدمی کا بھاگا ہوا غلام بھی واپس آگیا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا اور حضرت لقمانؒ کے پاؤں پر گر پڑا کہ مجھے معاف کر دیجیے۔ لقمان ہنس پڑے اور کہا اب معافی کا کیا فائدہ میں سال بھر خون جگر پیتا رہا ہوں۔ اس کو ایک دم کیسے فراموش کر دوں۔ لیکن خیر میں تمہیں معاف کرتا ہوں کیوں کہ تمہیں فائدہ پہنچا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میرا بھی ایک غلام ہے بعض اوقات میں اس سے سخت کام لیتا ہوں۔ آئندہ میں اس کو کبھی نہ ستاؤں گا۔ کیوں کہ مجھے سال بھر کی یہ مٹی اٹھانے کی مشقت ہمیشہ یاد رہے گی۔

آٹھواں باب

متفرق حکایات

جائے استاد خالیست

ایک شخص کشتی لڑنے کے فن میں مشہور تھا۔ وہ تین سو ساٹھ داؤ پیچ جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک داؤ کے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔ ایک شاگرد پر وہ بہت مہربان تھا۔ اس کو تین سو انسٹھ داؤ سکھا دیئے اور صرف ایک داؤ اپنے پاس رکھا۔ وہ نوجوان کچھ عرصہ میں زبردست پہلوان بن گیا اور دُور دُور تک اس کی شہرت پھیل گئی ملک بھر میں کسی پہلوان کو اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ایک دفعہ اس نوجوان نے اپنی طاقت کے زعم میں بادشاہِ وقت سے کہا کہ استاد کو مجھ پر جو فوقیت حاصل ہے وہ اس کی بزرگی اور تربیت کے حق کی وجہ سے ہے ورنہ میں قوت اور فن میں اُس

سے کم نہیں ہوں۔ بادشاہ کو اس کی تعلّی پسند نہ آئی اور اس نے استاد اور شاگرد میں کشتی کرانے کا حکم دیا۔ مقررہ دن کو اس دنگل کے لیے شاہانہ انتظامات کیے گئے۔ اور اسے دیکھنے کے لیے خود بادشاہ حکومت کے عہدہ دار، دربار کے افسر اور ملک بھر کے پہلوان جمع ہوئے۔ نوجوان مست ہاتھی کی طرح دنگل میں آیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ کو بھی اکھاڑ سکتا ہے۔ بوڑھا استاد سمجھ گیا کہ نوجوان شاگرد قوت میں اس سے بڑھ چکا ہے۔ تاہم وہ اس داؤ سے جو کہ اس نے اپنے پاس رکھا تھا نوجوان کے ساتھ بھڑ گیا۔ وہ اس داؤ کا توڑ نہیں جانتا تھا۔ استاد نے اس کو دونوں ہاتھوں سے سر پر اٹھا لیا۔ اور پھر زمین پر پٹخ دیا۔ ہر طرف واہ واہ کا شور مچ گیا۔ بادشاہ نے استاد کو بیش بہا خلعت اور انعام سے سرفراز کیا اور نوجوان کو ملامت کی کہ تو نے اپنے محسن استاد سے مقابلہ کیا اور ذلیل ہوا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ استاد اپنی طاقت کی وجہ سے مجھ پر غالب نہیں آیا بلکہ اس نے مجھ سے کشتی کا ایک پیچ چھپا رکھا تھا اور اسی پیچ کی وجہ سے جیت گیا۔

استاد نے کہا کہ اسی دن کے لیے میں نے اس کو بچا رکھا تھا۔ داناؤں کا قول ہے کہ دوست کو اتنی طاقت نہ دے کہ اگر وہ چاہے تو دشمنی کر سکے یہ دنیا بے وفاؤں سے بھری پڑی ہے۔ تو نے نہیں سنا کہ بے وفائی کے ایک زخم خوردہ نے کیا کہا ہے۔

یا وفا خود نبود در عالم
یا مگر کس دریں زمانہ نہ کرد
کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

یا تو وفا دنیا میں کبھی تھی ہی نہیں یا شاید کسی نے اس زمانہ میں کی ہی نہیں۔ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جس نے مجھ سے تیر اندازی کا علم سکھا کر انجام کار مجھے ہی اپنا نشانہ نہ بنایا ہو۔

جنتی بادشاہ اور دوزخی درویش

ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بادشاہ جنت میں ہے اور ایک درویش دوزخ میں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ لوگ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ دوزخ میں ہوگا اور درویش جنت میں۔ لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس نکلا۔ معلوم نہیں اس کا کیا سبب ہے۔ غیب سے آواز آئی یہ بادشاہ درویشوں سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس لیے بہشت میں ہے۔ اور اس درویش کو بادشاہوں کے تقرب کا بڑا شوق تھا۔ اس لیے جہنم میں ہے سے

حاجت بکلاہِ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش وکلاہ تتری دار

تجھے اونی کپڑے کی حقیر اور کھردری ٹوپی پہننے کی ضرورت

نہیں ہے۔ اپنے اندر حقیقی درویشوں کی صفات پیدا کر اور تاتاری (پُر تکلّف) ٹوپی پہن۔

حسنِ طلب

ایک بادشاہ نے ایک عیالدار عابد سے پوچھا کہ تمھارا وقت کیسے کٹ رہا ہے۔ اس نے کہا تمام رات مناجات میں۔ صبح حاجتوں کے پورا ہونے کی دعائیں اور تمام دن اخراجات کے فکر میں۔ بادشاہ عابد کے اشارے کو سمجھ گیا اور حکم دیا کہ اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ تاکہ عیال کی فکر اس کے دل سے دور ہو جائے۔

لوگوں سے پیچھا چھڑانے کی ترکیب

ایک مرید نے اپنے مرشد سے کہا کہ لوگ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔ وقت بے وقت مجھ سے ملنے آجاتے ہیں اور میرا وقت ضائع کرتے ہیں۔ پیر نے کہا ان میں سے جو فقیر ہیں، ان کو قرض دے دے اور جو مالدار ہیں ان سے کچھ مانگ لے۔ پھر کوئی بھی تیرے نزدیک نہیں پھٹکے گا۔

بھڑوں سے ہمدردی کا نتیجہ

ایک آدمی کے گھر کی چھت میں بھڑوں نے چھتّا بنا لیا تھا۔ ایک

دن اس آدمی نے اس چھتے کو اکھاڑنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی تنک کر بولی ہے ہے کیا غضب کرتے ہو۔ بیچاری گھر سے بے گھر ہو کر پریشان ہوں گی۔" خاوند نے اس کی بات مان لی اور بھڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ ایک دن وہ اپنے کام پر گیا ہوا تھا کہ بھڑوں نے بیوی کو ڈنک مار دیا اور اس کا منہ، سر سوج کر کپا بن گیا۔ شوہر گھر آیا تو اس نے رو رو کر برا حال بنا رکھا تھا اور شوہر کو کوس رہی تھی۔ شوہر نے کہا اے بے عقل عورت مجھے کیوں کوستی ہے۔ اپنی عقل کا ماتم کر تو نے ہی تو کہا تھا کہ مسکین بھڑوں کو نہ مار اب ان سے ہمدردی کا نتیجہ خود ہی بھگت۔

کسے با بداں نیکوئی چوں کند
بداں را تحمل بد افزوں کند

بروں کے ساتھ کوئی بھلائی کس طرح کرے۔ بروں کی برداشت کرنا برائی کو بڑھاتا ہے۔

گدھ اور چیل

ایک گدھ نے چیل سے کہا کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ کسی کی نظر تیز نہیں ہو گی چیل نے کہا ایسی ڈینگیں نہیں مارنی چاہئیں مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تیری نظر مجھ سے بھی زیادہ تیز ہو گی۔ گدھ اترا کر بولا۔ دیکھو گندم کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے کیا تو اسے دیکھ سکتی

ہے چیل حیران ہو کر اس کا منہ تکنے لگی اور پھر کہنے لگی کہ اس کا کیا ثبوت کہ تو سچ کہہ رہا ہے۔ گدھ نے جھلّا کر کہا اس کا ثبوت پیش کرنا بھلا کون سا مشکل کام ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی اڑان اور نظر کی تیزی کے گھمنڈ میں گندم کے دانے پر جھپٹا۔ وہاں کسی شکاری نے جال بچھا رکھا تھا۔ گدھ اس میں پھنس کے رہ گیا۔ اور اس کی ساری شیخی کرکری ہو گئی۔ چیل نے اب چلا کر کہا۔ کم بخت گندم کے اس دانے کو دیکھنے سے کیا فائدہ جب تجھے اتنا بڑا جال نظر نہ آیا۔ گدھ اب رو کر کہنے لگا ع

نہ باشد حذر با قدر سودمند

تقدیر کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

چشم بد کا علاج

ایک دیہاتی کا گدھا مر گیا۔ اس نے اس کا سر اپنے انگوروں کے باغ میں لٹکا دیا تاکہ انگور نظرِ بد سے محفوظ رہیں۔ ایک جہاندیدہ بوڑھا وہاں سے گذرا۔ اس نے ہنس کر کہا کہ اے بیٹے یہ گدھا زندگی میں تو اپنے سر اور کان کو ڈنڈوں سے نہ بچا سکا۔ مرنے کے بعد وہ بھلا تیرے باغ کو چشم بد سے کیا بچائے گا ؎

چہ داند طبیب از کسے رنج برد

کہ بے چارہ خواہد خود از رنج مرد

وہ طبیب کسی کے مرض کا کیا علاج کرے گا۔ جو خود مرض سے مرا چاہتا ہے۔

ناخلف بیٹا

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ میں شہر "دیار بکر" میں ایک بڈھے کا مہمان تھا۔ جس کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ اس کا ایک خوبصورت نوجوان لڑکا تھا۔ جس سے اس کو بے حد محبت تھی۔ ایک رات کہنے لگا کہ ساری عمر میں میری یہی ایک اولاد ہوئی۔ اس جنگل میں ایک درخت ہے لوگ اپنی مرادیں مانگنے وہاں جاتے ہیں۔ میں نے بہت سی طویل راتیں اس درخت کی جڑ میں بیٹھ کر خدا کے سامنے روتے ہوئے گذاری ہیں تب کہیں جاکر مجھے یہ فرزند نصیب ہوا ہے۔

میں نے سنا کہ وہ لڑکا چپکے چپکے دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ اے کاش مجھے اس درخت کا علم ہوتا۔ تاکہ میں وہاں جاکر دعا کرتا کہ اس بڈھے سے میری جان چھوٹے۔ قطعہ

سالہا بر تو بگذرد کہ بگذار
نہ کنی سوئے تربت پدرت
تو بجائے پدر چہ کردی خیر
تا ہماں چشم داری از پسرت

سالہا سال گذر جاتے ہیں کہ تو باپ کی قبر کے پاس سے بھی نہیں گذرتا۔ تو نے اپنے باپ کے ساتھ کیا بھلائی کی ہے کہ تو اولاد سے اس کی توقع رکھتا ہے۔

ایک طبیب اور مریض

ایک مریض پہلو کے درد کی وجہ سے تڑپ رہا تھا۔ طبیب نے اسے دیکھ کر کہا کہ مجھے تعجب ہو گا کہ اگر اس نے آج کی رات پوری کر لی۔ اس نادان نے ایک زہریلی گھاس کھالی ہے۔ اب اس کا زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔ صبح ہوئی تو لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مریض شفایاب ہو چکا تھا اور طبیب اسی رات سوئے عدم روانہ ہو گیا تھا۔

موت کو سختی اور آرام سے کچھ تعلق نہیں

کوفہ سے ایک قافلہ سوئے حجاز روانہ ہوا تو ایک پیدل چلنے والا درویش ننگے سر اور ننگے پاؤں اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ شاداں وفرحاں اکڑ کر چل رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

نہ باشتر بر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم
نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم
غم موجود و پریشانئے معدوم ندارم
نفسے میزنم آسودہ عمرے میگزارم

(نہ تو میں اونٹ پر سوار ہوں اور نہ اونٹ کی طرح بوجھ تلے دبا ہوں نہ رعیت کا بادشاہ ہوں اور نہ بادشاہ کا غلام ہوں۔ نہ موجود کا غم رکھتا ہوں اور نہ اس کی فکر ہے جو موجود نہیں ہے آرام سے سانس لیتا ہوں اور عمر گذارتا ہوں۔)

ایک مالدار اونٹ سوار نے اس سے کہا "اے فقیر کہاں جارہا ہے۔ سفر کی صعوبت تجھے مار ڈالے گی۔" اس نے نہ سنا اور صحرا کی طرف چل دیا۔ جب قافلہ "نخلۂ محمود" کے مقام پر پہنچا تو مالدار اونٹ سوار فوت ہو گیا۔ درویش اس کے سرہانے آیا اور کہا ہم تو سختی سے نہ مرے اور تو خوش بخت اونٹ پر مر گیا۔

اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند
کہ خرِ لنگ جاں بمنزل برد

بہت سے تیز رو گھوڑے ہیں جو منزل سے رہ گئے اور لنگڑا گدھا اپنی جان منزل تک لے گیا۔

ٹیڑھی کمر

(ایک بڑھیا نے (خضاب سے) بال سیاہ کر لیے تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بوڑھی اماں مانا تو نے مکاری سے بال سیاہ کر لیے ہیں۔ لیکن یہ ٹیڑھی کمر کیسے سیدھی ہو گی؟

عیالداری

ایک نوجوان نہایت ہنس مکھ۔ پاکیزہ خُو اور شیریں زبان تھا۔
جب دیکھو ہنستا رہتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کسی قسم
کا فکر چھو کر بھی نہیں گیا۔ بہت عرصے کے بعد اس سے ملاقات
ہوئی تو دیکھا کہ اس کا گلاب جیسا چہرہ مرجھا گیا تھا اور اس کی خوش
مزاجی کافور ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے
اس نے کہا کہ میں نے شادی کر لی ہے۔ اور بچے پیدا ہو گئے۔
جب سے عیالدار ہوا ہوں۔ میرا بچپن جاتا رہا ہے۔ اب میں ہوں
اور زمانے بھر کے تفکرات۔

ہر کام میں اعتدال مناسب ہے

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک قافلے کے ساتھ
کہیں جا رہا تھا۔ ایک دن جوانی کے گھمنڈ میں بہت تیز چلا یہاں
تک کہ میں تھک کر چور ہو گیا۔ اور راستے میں ایک درخت کی جڑ میں
لیٹ کر ستانے لگا۔ ایک کمزور بوڑھا قافلے کے پیچھے آ رہا تھا۔
اس نے کہا بھائی یہ سونے کی جگہ نہیں ہے۔ میں نے کہا کیسے چلوں۔
ایک قدم اٹھانے کی سکت بھی نہیں رہی اس نے کہا تو نے نہیں
سنا کہ عقلمندوں نے کہا ہے چلنا اور بیٹھ جانا دوڑنے اور سفر

چھوڑ بیٹھنے سے بہتر ہے ۔

اسے کہ مشتاق منزلے مشتاب — پند من کار بند و صبر آموز

اسپِ تازی دوتگ رود بشتاب — اُشتر آہستہ میرود شب و روز

اسے وہ کہ منزل پر پہنچنے کا مشتاق ہے جلدی نہ کر میری نصیحت پر عمل کر اور صبر کرنا سیکھ لے۔ تازی گھوڑا دو دوڑیں تیز دوڑتا ہے اور اونٹ آہستہ آہستہ دن رات چلتا رہتا ہے۔

ایک پہلوان کی سرگذشت

ایک پہلوان (مردِ شاہ زور) کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ گردش زمانہ سے سخت پریشان ہو گیا تھا۔ خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی۔ مفلسی اور قلاشی کے ہاتھوں عاجز ہو کر باپ کے پاس گیا اور شکایتِ زمانہ کرتے ہوئے۔ اس سے سفر پر جانے کی اجازت چاہی۔ تاکہ اپنی قوتِ بازو سے کام لے کر گوہر مقصود حاصل کر سکے (یعنی اپنی تنگ دستی کو آسودہ حالی میں بدل سکے)۔

باپ نے کہا کہ "اے بیٹے یہ فضول خیال سر سے نکال دے اور سلامتی کے لیے قناعت کر کے گھر میں بیٹھ۔ کیوں کہ داناؤں کا قول ہے کہ دولت کوشش سے نہیں ملتی۔"

بیٹے نے کہا "اباجان سفر کے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً تفریح طبع مختلف ملکوں کی سیر۔ عجیب و غریب چیزوں کا دیکھنا

اور سننا۔ مرتبہ اور ادب کا حاصل کرنا۔ منافع کمانے اور دولت میں اضافہ کرنے کے ذرائع میسر آنا۔ دوستوں کی ملاقات، قسم قسم کے لوگوں سے واقفیت اور زمانے کے نشیب و فراز کا تجربہ وغیرہ۔

باپ نے کہا کہ جانِ پدر۔ سفر کے فوائد جیسا کہ تو نے بیان کئے بے شمار ہیں۔ لیکن یہ صرف پانچ قسم کے لوگ ہی یقینی طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔ اوّل وہ سوداگر جس کو خدا نے دولت، حشمت غلام کنیزیں اور مستعد خدام دے رکھے ہیں۔ ہر روز ایک نئے شہر میں جاتا ہے اور ہر رات ایک نئی جگہ مقیم ہوتا ہے اور ہر وقت دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

دوسرا وہ عالم کہ اپنے کلامِ شیریں۔ قوتِ فصاحت اور مایۂ بلاغت کے ساتھ جہاں کہیں جاتا ہے۔ لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تعظیم کرتے ہیں۔

تیسرا وہ خوب رُو کہ صاحبِ دل لوگ اس سے ملنے کی خواہش کریں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ تھوڑا سا حسن و جمال بہت سے زر و مال سے بہتر ہے اور کہتے ہیں کہ خوب صورت چہرہ زخمی دلوں کا مرہم ہے۔ اور بند دروازوں کی کنجی ہے۔ بلاشبہ اس کی صحبت کو لوگ سب جگہ غنیمت سمجھتے ہیں۔

چوتھا وہ خوش آواز کہ اپنے داؤدی گلے سے بہتے پانی

کو روک دیتا ہے اور پرندوں کو اڑنے سے باز رکھتا ہے۔ اپنی اس خداداد فضیلت سے وہ مشتاقوں کے دل شکار کرتا ہے اور باشعور لوگ اس کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش کرتے ہیں اور ہر طرح سے اس کی خدمت بجالاتے ہیں۔

پانچواں وہ صاحبِ ہنر جو اپنی قوتِ بازو سے روزی حاصل کرتا ہے۔ اور روٹی کے ایک لقمہ کے لیے اپنی عزت وآبرو کا سودا نہیں کرتا۔

اے بیٹے یہ صفات جو میں نے بیان کیں سفر میں دل جمعی اور حسنِ گذران کا باعث بنتی ہیں جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ محض خوش فہمی میں مبتلا ہو کر سفر کرتا ہے۔ اور کوئی دوسرا اس کا نام ونشان بھی نہیں سنتا ہے۔

بیٹے نے کہا کہ ابا جان میں داناؤں کے قول کی مخالفت کیسے کروں جو کہہ گئے ہیں کہ رزق اگرچہ قسمت میں لکھا ہوتا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لیے تگ ودو ضروری ہے اور مصیبت بھی اگرچہ قسمت میں لکھی ہوتی ہے۔ لیکن اس کو جان بوجھ کر دعوت دینے سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ میری کیفیت یہ ہے کہ مست ہاتھی پر حملہ کر سکتا ہوں اور غضب ناک شیر سے پنجہ آزمائی کر سکتا ہوں۔ پس اے پدرِ بزرگوار بہتر یہی ہے کہ میں سفر کروں۔ کیونکہ مفلسی کے مصائب جھیلنا میری طاقت سے باہر ہے۔

یہ کہہ کر باپ سے دعا کی درخواست کی اور چل پڑا۔ چلتے چلتے ایک تند و تیز دریا کے کنارے پر پہنچا وہاں دیکھا کہ کچھ آدمی سامانِ سفر باندھے ایک کشتی پر بیٹھے ہیں۔ ملاح نے ان سے دریا عبور کرانے کی اجرت پہلے ہی لے لی تھی۔ اس نوجوان کے پلّے پیسہ تو تھا نہیں ملاح کی خوشامد کرنے لگا کہ وہ اسے بغیر اُجرت لیے کشتی میں بٹھالے۔ ملاح نے اس کی خوشامد کا جواب خندۂ استہزاء سے دیا اور کہا کہ روپے کے بغیر زور بے فائدہ ہے۔ دس آدمیوں کے زور کی بجائے ایک آدمی کا کرایہ نکال۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی اس کی خوشامد اور رونے پیٹنے پر مطلق رحم نہ کھایا۔ اور کشتی چل پڑی۔ نوجوان کو سخت غصّہ آیا اور اس نے ملاح سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ پکار کر کہا اگر میرے جسم کے کپڑے کرایہ کے عوض تو قبول کرلے تو پیش کرسکتا ہوں۔ ملاح لالچ میں آکر کشتی کو واپس کنارے پر لے آیا۔ نوجوان نے اس کو کشتی سے کھینچ لیا اور پیٹنا شروع کردیا ملاح کا دوست اس کی مدد کے لیے کشتی سے باہر آیا۔ لیکن اس کا بھی وہی حال ہوا ناچار انھوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اس شہ زور نوجوان سے صلح کرلیں اور اسے بلا اُجرت دریا کے پار لے جائیں۔ چنانچہ اس کے پاؤں پر گر پڑے اور منت سماجت کرکے کشتی پر بٹھالیا۔ دریا میں ایک جگہ یونان کی کسی شکستہ عمارت کا ایک ستون کھڑا تھا۔ کشتی اس کے قریب پہنچی تو ملاح نے کہا کہ کشتی میں ایک خرابی پیدا ہوگئی

ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا آدمی جو بہت طاقت ور ہو اس ستون پر چڑھ جائے اور کشتی کی رسی کو پکڑ کر اس کو روک رکھے تاکہ اس دوران میں ہم اس کی مرمت کر لیں۔

پہلوان کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے آزردہ دل دشمن کا خیال نہ کیا۔ اور داناؤں کے اس قول کو فراموش کر دیا۔ کہ جس کو تو نے ایک دلی رنج پہنچایا اس کے بعد اگر تو اس کو سو آرام پہنچائے تو اس ایک رنجش سے بے خوف مت رہ کیوں کہ تیر زخم سے باہر نکل جاتا ہے اور اس کا درد دل میں باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ کشتی کی رسّی اپنے بازو پر لپیٹ کر اس ستون پر چڑھ گیا۔ ملاح نے رسی اس کے ہاتھ سے چھڑا لی (کاٹ دی) اور کشتی چلا دی۔ پہلوان بے چارہ حیران رہ گیا۔ دو دن سخت مصیبت اٹھائی تیسرے دن نیند نے غلبہ کیا اور اسے پانی میں گرا دیا۔ ایک رات اور ایک دن ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد بہزار دقت کنارے پر پہنچا۔ زندگی کی کچھ رمق باقی تھی درختوں کے پتے اور گھاس توڑ کر کھانے لگا یہاں تک کہ جسم میں کچھ قوت آئی اور وہاں سے آگے روانہ ہوا۔ راستے میں شدید پیاس محسوس ہوئی۔ اتفاق سے ایک کنوئیں پر پہنچا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے۔ وہ لوگ پیسہ دے کر تھوڑا سا پانی پیتے تھے۔ نوجوان کے پاس پیسہ تو تھا نہیں۔ اپنی بکیسی اور بے مائیگی کا اظہار کر کے پانی طلب کیا۔ لیکن کسی نے اس پر رحم نہ کھایا۔ اس نے تنگ آکر پانی فروخت کرنے والوں میں سے ایک دو

کو زدوکوب کیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے آدمی اس کو لپٹ گئے اور خوب پیٹا یہاں تک کہ زخمی ہوگیا۔ ناچار ایک قافلے کے پیچھے ہولیا۔ رات کو قافلہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں چوروں کا زبردست خطرہ تھا۔ نوجوان نے دیکھا کہ قافلے والے خوف کے مارے کانپ رہے ہیں اور موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ فکر نہ کرو۔ میں تنہا پچاس آدمیوں کا مقابلہ کرسکتا ہوں۔ یہ سن کر اہل قافلہ کی جان میں جان آئی۔ اور ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے اس نوجوان کو خوب کھلایا پلایا۔ اس کے قل ہو اللہ پڑھتے ہوئے معدہ نے بھوک اور پیاس سے نجات پائی تو لمبی تان کر سو رہا۔ ان لوگوں میں ایک جہاندیدہ بوڑھا بھی تھا۔ اس نے کہا اے میرے ساتھیو مجھے چوروں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا تمھارے رہبر سے۔ کہتے ہیں کہ ایک غریب کے پاس تھوڑے سے درہم جمع ہوگئے تھے۔ اس کو چوروں کے ڈر سے گھر میں اکیلے نیند نہ آتی تھی۔ اپنے دوستوں میں سے ایک کو اپنے گھر میں بلا لیا۔ تاکہ رات مل کر گذاریں۔ ایک ایک اور دو گیارہ۔ چند راتوں میں اس دوست کو اس غریب کے درہموں کا پتہ چل گیا۔ اور ایک دن وہ انھیں لے کر نو دو گیارہ ہوگیا۔ لوگوں نے صبح کو اس غریب کو روتے پیٹتے دیکھا تو پوچھا کہ شاید تیرے درہم چور لے گئے۔ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میرا رہبر دوست اُڑا لے گیا۔ تم کیا جانو کہ یہ پہلوان بھی انہی چوروں میں سے ہو جو مکر و فریب سے

ہم ہیں آدھمکا ہے۔ تاکہ موقع پا کر اپنے دوسرے ساتھیوں کو خبر کر دے میرا مشورہ یہ ہے کہ اسے یہیں سوتا چھوڑ دیں اور ہم چلتے بنیں۔ اہل قافلہ کو مشورہ پسند آیا اور وہ سامان سفر باندھ کر وہاں سے چل دیئے۔ جب کافی دن چڑھ گیا تو پہلوان بیدار ہوا۔ ارد گرد دیکھا تو ہو کا عالم تھا اور قافلہ کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا سر پیٹ کر رہ گیا۔ بے چارہ اِدھر اُدھر بہت گھوما لیکن قافلے کا پتہ نہ چلا۔ آخر بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر ایک جگہ گر پڑا اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت اس کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

مَنْ ذَا یُحَلِّثُنِیْ وَقَدْ مَرَّ الْعِیْسُ　　　مَا لِلْغَرِیْبِ سِوَی الْغَرِیْبِ اَنِیْسٌ

(کون ہے جو مجھ سے باتیں کرے اور حال یہ کہ اونٹ سب چل دیئے نہیں ہے سوائے مسافر کے کوئی مسافر کا ساتھی)

درشتی کند بر غریباں کسے　　　کہ نابودہ باشد بغربت بسے

(مسافروں پر وہی شخص سختی کرتا ہے جس نے کبھی مسافرت (غریب الوطنی) کا مزہ نہ چکھا ہو۔

اتفاق سے ایک شہزادہ جو شکار کھیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا تھا۔ ادھر آنکلا اس نے خستہ حال پہلوان کو یہ شعر پڑھتے سنا اور اس کی پاکیزہ صورت دیکھی تو ٹھٹک کر اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور پریشان حالی کا سبب پوچھا۔ نوجوان نے جو کچھ اس پر بیتی تھی کہہ سنائی۔ شہزادے کو اس کی تباہ حالی پر رحم آگیا۔ اور اس نے اسے خلعت اور انعام سے نوازا۔ پھر ایک بھروسہ کا آدمی اس کے ساتھ کر دیا۔ یہاں تک

کہ وہ اپنے شہر میں پہنچ گیا۔ باپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کے زندہ سلامت واپس آجانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ پہلوان نے رات کو جو اس پر بیتی تھی، کشتی کے حالات۔ ملاح کا ظلم۔ کنوئیں پر دیہاتیوں کی زیادتی اور قافلے والوں کی بیوفائی۔ غرض سبکے سب تمام حالات باپ کو سنائے۔ باپ نے کہا اے بیٹے کیا میں نے تجھ سے چلتے وقت نہیں کہا تھا کہ مفلسوں کی دلیری کے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں اور ان کی شجاعت کا پنجہ ٹوٹا ہوتا ہے۔

لڑکے نے کہا "ابا جان یقیناً جب تک آپ تکلیف نہیں اٹھائیں گے۔ خزانہ نہیں پائیں گے۔ جب تک جان کو خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔ دشمن پر فتح حاصل نہیں کریں گے۔ جب تک دانہ نہیں بوئیں گے خرمن نہیں اٹھائیں گے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ تھوڑی سی تکلیف اٹھانے کے بعد مجھے کس قدر راحت نصیب ہوئی ہے اور ایک ڈنک کھا کر شہد کا کس قدر ذخیرہ میں اپنے ساتھ لایا ہوں" ؎

غواص گر اندیشہ کند کام نہنگ
ہرگز نکند در گراں مایہ بچنگ

(غوطہ خور اگر مگرمچھ کے منہ سے خوف کرلے تو کبھی قیمتی موتی حاصل نہ کر سکے گا۔)

باپ نے بیٹے سے کہا کہ اس مرتبہ آسمان نے تیری مدد کی اور اقبال نے رہبری۔ کہ ایک دولت مند تیرے پاس آگیا۔ اور انعام واکرام سے تجھے نوازا۔ لیکن ایسا اتفاق شاذ و نادر ہوتا ہے اور اتفاقی باتوں پر تکیہ نہیں کرنا

چاہیے۔ کہتے ہیں کہ فارس کے بادشاہ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس میں ایک نگینہ جڑا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ چند مصاحبوں کے ساتھ شیراز کی عیدگاہ میں سیر کرنے گیا۔ وہاں جاکر حکم دیا کہ انگوٹھی کو مرحوم شاہ عضدالدین کے مقبرے کے گنبد پر قائم کیا جائے اور لوگ اس پر تیراندازی کریں جس شخص کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے گذر جائے گا۔ انگوٹھی اس کو دی جائے گی۔ اس وقت بادشاہ کے ساتھ چار سو ماہر تیرانداز تھے۔ ان سب نے انگوٹھی پر تیر چلائے لیکن سب کا نشانہ خطا ہوا۔ ایک چھوٹا سا بچہ ایک نواحی مکان کی چھت پر تیراندازی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ اتفاق سے اس کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے گذر گیا۔ بادشاہ نے اس بچے کو خلعت اور انعام دیا اور حسب وعدہ انگوٹھی بھی اسے دے دی۔ اس بچے نے انعام لے کر تیر و کمان جلا دیئے۔ لوگوں نے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا بولا اس لیے کہ میرا بھرم بنا رہے۔

گہ بود کز حکیم روشن رائے

بر نیاید درست تدبیرے

گاہ باشد کہ کودکے ناداں

بغلط بر ہدف زند تیرے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روشن دماغ دانا سے تدبیر نہیں ہوتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نادان بچہ غلطی سے نشانہ پر تیر مار دیتا ہے۔

بڑھاپے کی شادی

ایک بڈھے سے لوگوں نے کہا کہ تو شادی کیوں نہیں کر لیتا۔ اس

نے کہا کہ بوڑھی عورتوں سے مجھے الفت نہیں ہے۔ اس لیے کسی بڑھیا سے شادی کرنے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ اسی طرح کوئی جوان عورت مجھ بڈھے سے شادی کرنا کیسے پسند کرے گی۔

سخاوت اور شجاعت

ایک دانا سے لوگوں نے پوچھا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت اس نے کہا کہ جس میں سخاوت ہے اس کو شجاعت کی ضرورت نہیں ہے۔

بنشت ست بر گور بہرام گور[1] — کہ دستِ کرم بہ ز بازوئے زور

بہرام گور کی قبر پر لکھا ہوا ہے کہ سخاوت کا ہاتھ طاقتور بازو سے بہتر ہے

بدصورت بیوی اور اندھا خاوند

کہتے ہیں کہ ایک فقیہ کی لڑکی نہایت بدصورت تھی۔ اور باوجود جہیز اور دولت کے کوئی اس سے نکاح کی خواہش نہ کرتا تھا۔ مجبوراً فقیہ نے اس کا نکاح ایک اندھے سے کر دیا اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی کے دن گزارنے لگے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ملک لنکا سے ایک باکمال طبیب وہاں وارد ہوا۔ اس کے علاج سے اندھے بھی بینا ہو جاتے تھے لوگوں نے فقیہ سے کہا آپ اپنے داماد کا علاج اس طبیب سے کیوں نہیں کروا لیتے۔ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ وہ بینا ہو گیا تو میری لڑکی کو طلاق دے دے گا۔

---

[1] بہرام گور، ایران کے ساسانی خاندان کا تیرھواں بادشاہ تھا۔ عہد حکومت ۴۲۰ء تا ۴۳۸ء

سوئے زنِ زشت روئے نابینا بہ

بدصورت عورت کا شوہر اندھا ہی مناسب ہے۔

زاہدوں کی تلاش

ایک بادشاہ کو ایک مہم پیش آگئی اس نے منت مانی کہ اگر میں اس مہم میں کامیاب ہو گیا تو اس قدر درم زاہدوں کو دوں گا۔ اللہ نے اس کی مراد پوری کر دی۔ تو اس نے منت کی رقم ایک خاص غلام کو دی اور حکم دیا کہ اسے زاہدوں میں بانٹ دو۔ یہ غلام بڑا عقل مند اور ہوشیار تھا تمام دن گھومتا پھرا اور شام کو واپس آکر تمام رقم پوری کی پوری بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ جہاں پناہ میں نے ہر چند ڈھونڈا لیکن مجھے کوئی زاہد نہیں ملا۔ بادشاہ نے کہا تو کیا بکتا ہے۔ میرے علم کے مطابق تو اس ملک میں چار سو سے کم زاہد نہ ہوں گے۔ غلام نے ہاتھ باندھ کر عرض کی "عالم پناہ! جو زاہد ہے وہ تو لیتا نہیں اور جو لیتا ہے وہ زاہد نہیں۔" بادشاہ اس کا مطلب سمجھ گیا اور ہنس کر مصاحبوں سے کہنے لگا کہ مجھے درویشوں اور خدا پرستوں سے جس قدر عقیدت ہے اس مردود کو ان سے اتنا ہی بیر ہے لیکن کہنا سچ ہے۔

زاہد کہ درم گرفت و دینار

زاہد تراز و یکے بدست آر

جو زاہد درم اور دینار لے اس سے بڑھ کر کوئی زاہد تلاش کر۔

بچۂ شتر

اونٹ کے بچے نے اپنی ماں سے کہا کہ آج تم نے بہت سفر کیا ہے کچھ دیر کے لیے سو جاؤ۔ اس نے کہا کہ اگر مہار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم مجھے اس قطار میں بوجھ کھینچتے ہوئے نہ دیکھتے ؎

قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد ۔۔۔ وگر ناخدا جامہ بر تن درد

کشتی کو قضا جہاں چاہتی ہے لے جاتی ہے۔ خواہ کشتی بان اپنے تن کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

رزق کا انحصار عقل پر نہیں ہے

ہارون الرشید نے مصر فتح کیا تو اس نے اپنے ایک حبشی غلام خضیب کو اس کا گورنر مقرر کیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی عقل اور سمجھ اس درجہ کی تھی کہ جب ایک سال بے موسم بارشوں کی وجہ سے مصر میں کپاس کی فصل تباہ ہو گئی۔ اور کاشتکاروں نے اس کے پاس فریاد کی تو کہنے لگا تھیں اون بونی چاہیے تھی تاکہ تباہ نہ ہوتی۔

ایک صاحب دل نے یہ بات سنی تو کہا۔

اگر روزی بدانش در فزودے ۔۔۔ زناداں تنگ تر روزی نبودے

بناداں آں چناں روزی رساند ۔۔۔ کہ دانا اندراں حیراں بماند

اگر روزی میں عقل کی وجہ سے اضافہ ہوتا تو بیوقوف سے بڑھ کر کوئی

مفلس نہ ہوتا۔ خالق کائنات نادان کو اسی طرح روزی پہنچاتا ہے کہ عقلمند اس میں حیران رہ جاتا ہے۔

چوری سے گداگری بھلی

ایک چور نے ایک بھکاری سے کہا۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک جو چاندی کے لیے ہر رذیل اور کمینے کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔

اس نے کہا:۔

دست دراز پے یک حبۂ سیم　　　　به کہ ببرند به دانگے و دو نیم

ایک رتی بھر چاندی کے لیے ہاتھ پھیلانا اس سے بہتر ہے کہ ذرا سا مال چرانے کے عوض اس ہاتھ کے دو ٹکڑے کر دیں (یعنی چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹ دیں)

غریب کی آہ

ایک ظالم کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جبراً غریبوں سے ارزاں نرخوں پر ایندھن خریدتا اور نفع کے ساتھ مالداروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالتا ایک صاحب دل نے اس سے کہا۔

زور مندی مکن بر اہل زمین　　　　تا دعائے بر آسماں نرود

(زمین والوں پر ظلم و جبر نہ کرتا کہ آسمان پر کوئی بد دعا نہ جائے)

ظالم نے اس کی نصیحت کا برا مانا اور ناک بھوں چڑھا کر اس کی

طرف سے منہ پھیر لیا۔ کرنا خدا کا ایک دن اس کے لکڑیوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی اور اس کا مکان جائداد و مال اسباب سب کچھ جل کر تباہ ہو گیا۔ اتفاقاً وہی صاحب دل وہاں سے گزرا اس وقت وہ ظالم اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ نہ جانے یہ آگ کہاں سے آئی صاحبِ دل نے کہا "از دودِ دلِ درویشاں" غریبوں کے دل کے دھوئیں سے۔

خدر کن ز دود درد لہائے ریش

کہ ریش دروں عاقبت سر کند

بہم بر مکن تا توانی دے !!

کہ آہے جہانے بہم بر کند

زخمی دلوں کے دھوئیں سے ڈرتا رہ کیونکہ اندر کا زخم آخر کار باہر آجاتا ہے۔ حتی الوسع کسی کا دل نہ دکھا اس لیے کہ ایک آہ جہان کو پریشان کر دیتی ہے۔

خدا برے پڑوسی سے بچائے

میں ایک مکان کی خریداری کے معاملہ میں متردد تھا۔ ایک یہودی نے کہا کہ خرید لو۔ میں اس کے قریب ہی رہتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ میں نے کہا سوائے اس عیب کے کہ تو میرا پڑوسی ہوگا۔

خانہ را کہ چوں تو ہمسایہ ست   دہ درم سیم کم عیار ارزد

جس گھر کا تجھ جیسا ہمسایہ ہے یہ کھوٹی چاندی کے دس درموں سے بھی سستا ہے۔

نجومیوں پر اعتبار نہ کرو

ایک نجومی گھر آیا تو اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی آدمی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے اجنبی کو گالی دی اور بُرا بھلا کہا۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ شور و غل سن کر لوگ جمع ہو گئے ان میں سے ایک صاحبِ دل نے نجومی سے کہا:

تو برادجِ فلک چہ دانی چیست　　　چوں ندانی کہ در سرائے کیست

تجھے کیا معلوم کہ آسمان کی بلندی پر کیا ہے جبکہ تجھے یہ علم بھی نہیں کہ تیرے گھر میں کون ہے۔

بھوکے کے لیے روٹی ہی سب کچھ ہے

میں نے ایک بدو کو دیکھا جو بصرہ کے جوہریوں کے درمیان بیٹھا ہوا بیان کر رہا تھا کہ ایک دفعہ میں صحرا میں راستہ بھول گیا۔ کھانے کی کوئی چیز میرے پاس نہ تھی میں نے سمجھ لیا کہ اب موت ہی مجھے اس صحرا کی بھول بھلیوں سے نجات دلائے گی۔ اس حالت میں مجھے موتیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی راستے میں پڑی ہوئی ملی۔ میں اس لطف و مسرت کو کبھی نہ بھول سکوں گا جو مجھے اس احساس پر ہوئی کہ یہ بھنے ہوئے گیہوں ہیں پھر وہ تلخی اور مایوسی بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی جو ان کے موتی معلوم ہونے پر مجھے ہوئی۔

مردِ بے توشہ کا فتاد ز پائے　　　بر کمر بندِ او چہ زر چہ خزف

بے توشہ انسان جو تھک کر گر گیا ہو اس کی ہمیانی میں سونا اور کنکر برابر ہے۔

خود غرضی بہت بڑا گناہ ہے

ایک رات کا ذکر ہے کہ شہر بغداد میں آگ لگ گئی۔ یہ آگ اتنی خوفناک تھی کہ تقریباً آدھا شہر جل کر راکھ ہو گیا۔ جب آگ بجھی تو تباہ حال لوگوں نے اپنی آہ وفغاں سے آسمان سر پر رکھ لیا۔ لیکن دوسری طرف ایک دوکاندار فرطِ مسرت سے بے خود تھا اور اپنی دکان کے صحیح سلامت بچ جانے پر بار بار خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ ایک جہاندیدہ نے اسے اس طرح اظہارِ مسرت کرتے دیکھکر کہا "اے لالچی تیرا تو یہ حال ہے کہ تیری دکان بچی رہے پھر خواہ سارا شہر جل جائے۔ تیری بلا سے۔ کیا تجھے خدا کا ڈر نہیں کہ دوسروں کی مصیبت پر تیرا دل نہیں پسیجتا۔ تُف ہے تیری اوقات پر کہ مصیبت زدوں کے آنسو پونچھنے کی بجائے اپنی سلامتی پر بغلیں بجا رہا ہے ؎

بجز سنگ دل کے کند معدہ تنگ — چو بیند کساں بر شکم بستہ سنگ

سنگدل کے علاوہ کون معدہ کو بھر سکتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ فاقہ زدہ لوگوں نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔

احسان فراموشی کی سزا

ایک بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کی گردن کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اپنا سر اِدھر اُدھر نہیں گھما سکتا تھا۔ طبیبوں نے بہت زور مارا لیکن اس عجیب

بیماری کا علاج کرنے میں ناکام رہے۔ اتفاق سے ایک یونانی طبیب وہاں آگیا۔ اس نے بادشاہ کا علاج کیا۔ اور اسے صحت ہوگئی کچھ عرصہ بعد وہ طبیب دوبارہ بادشاہ سے ملنے کو آیا۔ احسان فراموش بادشاہ نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کیا۔ طبیب وہاں سے رنجیدہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے روز بادشاہ کو کسی بوٹی کا بیج بھیجا کہ انگیٹھی پر ڈال کر اس کی دھونی لو تاکہ بیماری عود نہ کر آئے۔ بادشاہ نے اس کی دھونی کی تو اس کو ایک چھینک آئی اور اس کی گردن جیسی چوٹ لگنے پر ہوگئی تھی۔ ویسی ہی پھر ہوگئی۔ بادشاہ اب تحت پشیمان ہوا اور اس نے ہر طرف آدمی دوڑائے کہ طبیب کو ڈھونڈ کر لائیں تاکہ وہ اس سے معافی مانگے۔ لیکن سب تلاش کرنے والے تھک ہار کر واپس آگئے۔ کسی کو طبیب کا سراغ نہ ملا۔ بدبخت بادشاہ اب دن رات اپنے آپ کو کوستا تھا۔ لیکن اس سے کیا ہوتا تھا۔ ع

خود کردہ را علاجے نیست

اپنے کیے کا کوئی علاج نہیں ہے۔

زبان دراز بیوی

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ میرا قیام دمشق میں رہا۔ ایک دفعہ میں اہل دمشق سے بیزار ہو کر شہر سے نکل گیا اور فلسطین کے جنگلوں دبیابان قدس میں سکونت اختیار کر لی۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ وہاں کے عیسائیوں نے مجھے پکڑ کر قید کر لیا اور پھر یہودی قیدیوں کے ساتھ مجھے طرابلس

میں خندق کھودنے کے کام پر لگادیا۔ مدت کے بعد حلب کا ایک رئیس جس سے میری جان پہچان تھی وہاں سے گزرا۔ اس نے مجھے پہچان لیا اور پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے میں نے کہا کیا بتاؤں میں آدمیوں سے پہاڑ اور جنگل کی طرف بھاگتا تھا۔ کہ خدا کی عبادت کے لیئے یکسوئی میسر ہو۔ لیکن اس وقت میری حالت کا اندازہ کرلو کہ یکسوئی چاہتے چاہتے جانوروں کے اصطبل میں آ پھنسا ہوں، سچ پوچھو تو ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں   بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

یگانوں کے سامنے قیدی بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ بیگانوں کے ساتھ باغ میں رہے۔

رئیس کو میری حالت پر رحم آگیا۔ اور اس نے دس دینار دے کر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑا لیا۔ پھر مجھے اپنے ساتھ حلب لے گیا۔ اس کی ایک بیٹی نا کتخدا تھی۔ اس نے سو دینار مہر پر میری شادی اس لڑکی سے کر دی۔ کچھ مدت وہاں گذری تھی کہ بد مزاجی اور زبان درازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ میرا جینا دوبھر کر دیا۔ ایک بار اس نے مجھے طعنہ دیا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جس کو میرے باپ نے دس دینار دے کر فرنگیوں کی قید سے چھڑایا تھا۔

میں نے کہا ہاں بے شک میں وہی ہوں۔ دس دینار دے کر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑایا اور سو دینار کے عوض تیرے ہاتھ گرفتار کرا دیا۔

جگنو اور آفتاب

کسی نے جگنو سے پوچھا کہ تو دن کو کیوں باہر نہیں نکلتا۔ اس نے جواب

دیا۔ میں تو دن رات باہر ہی رہتا ہوں۔ لیکن آفتاب کے سامنے میرا دیا نہیں جلتا۔

تصوف کی حقیقت

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اب سے پہلے ایک جماعت ہوتی تھی۔ جن کی صورت پراگندہ اور دل مطمئن ہوتا تھا اور اب ایک مخلوق ہے جس کا ظاہر مطمئن ہے اور دل پراگندہ ہے

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل
بہ تنہائی اندر صفائے نہ بینی
درت مال وجاہ است وزرع و تجارت
چو دل با خدا ایست خلوت نشینی!

جب تیرا دل ہر وقت بھٹکتا رہتا ہے تو خلوت میں بھی تو اپنے باطن کو صاف پائے گا۔ اور اگر مال اور مرتبہ اور کھیتی اور تجارت کا مالک ہونے کے باوجود تیرا دل خدا سے لگا ہے تو سمجھ لے کہ خلوت نشیں ہے۔

نظرِ حقارت

ایک بادشاہ درویشوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ ایک درویش نے اس کی نظرِ حقارت کو بھانپ لیا۔ اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے بادشاہ بے شک ہمارا گروہ تعداد میں تمھاری فوج سے بہت کم ہے لیکن ہم دنیا میں تم سے زیادہ خوش اور مطمئن ہیں۔ موت کے معاملہ میں تم

اور ہم برابر ہیں اور آخرت میں انشاء اللہ ہم تم سے بہتر ہوں گے۔

حقیقی دوستی

ایک درویش نے دنیا کو ترک کر کے جنگل کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور درختوں کے پتے کھا کر گزر کرتا تھا۔ ایک بادشاہ اس کی زیارت کو گیا اور منت کر کے اس کو شہر میں لے آیا۔ یہاں اس کو ایک اعلیٰ درجہ کے محل میں اتارا جس کے اردگرد نہایت عمدہ باغ تھا۔ پھر عقیدت مند بادشاہ نے اس کی خدمت کے لئے خوب صورت لونڈیاں اور غلام مقرر کیے اور اس کے کھانے اور لباس کا خاص اہتمام کیا درویش نے اس فرحت بخش ماحول میں مرغن اور لذیذ غذائیں کھائیں اور نفیس لباس پہنا تو اس نے ایسا رنگ و روغن نکالا۔ کہ ہیئت اور صورت ہی بدل گئی۔ ایک دن بادشاہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا اور درویش کو آسودہ حال اور مطمئن دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا مجھ کو عالموں اور زاہدوں سے جس قدر محبت اور عقیدت ہے اتنی کسی اور گروہ سے نہیں۔ جہاندیدہ وزیر نے جو اس کے ساتھ تھا۔ عرض کی

"جہاں پناہ حقیقی دوستی تو یہ ہے کہ آپ ان دونوں گروہوں کے ساتھ بھلائی کریں۔ اور وہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ عالموں کو روپیہ دیں تاکہ وہ اطمینان سے درس اور تصنیف میں مصروف رہیں اور زاہدوں کو کچھ نہ دیجئے تاکہ وہ زاہد رہ سکیں۔"

آن راکہ سیرتِ خوش و سریست باخدائی ‍ ‍ ‍ بے نانِ وقف و لقمہ دریوزہ زاہد است

جس کی سیرت اچھی ہو اور جس نے خدا سے لو لگائی ہو، وہ خیرات کی روٹی بھیک کے لقمے کے بغیر بھی زاہد ہے۔

اثر کے لیے دل چاہیے

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بعلبک کی جامع مسجد میں وعظ کہہ رہا تھا۔ اہل مجلس بڑے مردہ دل تھے کسی پر کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ میں اس آیت کے معنی بیان کر رہا تھا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (اور ہم گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) حاضرین مجلس کی بے حسی کے باوجود میں اپنے عالم میں مست تھا اور یہ اشعار میری زبان پر جاری تھے۔

دوست نزدیک تر از من بمن است
وین عجب تر کہ من از وے دورم
چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او
در کنار من و من مہجورم

(دوست مجھ سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے اور نہ بے حد تعجب کی بات ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔ کیا کروں اور کس سے کہوں کہ وہ میرے پہلو میں ہے اور میں اس سے جدا ہوں۔)

اتفاق سے ایک صاحب دل وہاں سے گزرا۔ اس نے میرا بیان سن کر بیساختہ ایسا پرجوش نعرہ مارا کہ اس کے اثر سے تمام مجلس گرما گئی اور سب لوگ اس کے ساتھ بیخود ہو کر نعرے مارنے لگے۔ میری زبان سے بے اختیار نکلا۔

"سبحان اللہ دُوراں باخبر در حضور ونزدیکان بے بصر دُور"

(سبحان اللہ دل والے گو دور ہیں لیکن قریب ہیں اور دل کے اندھے گو نزدیک ہیں لیکن دور ہیں۔)

عالم اور تارک الدنیا درویش

ایک درویش خانقاہ کو چھوڑ کر مدرسہ میں چلا گیا میں نے پوچھا کہ تو نے عالم اور درویش میں کیا فرق دیکھا کہ تم نے زاہدوں کا مسلک چھوڑ کر اس کوچہ میں قدم رکھا۔ اس نے جواب دیا ؎

گفت او گلیم خویش بروں مے برد زموج ‍ ‍ ‍ ‍ ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

(درویش صرف اپنی گدڑی کو لہروں سے بچاتا ہے (یعنی اپنی ذات کو بچاتا ہے) اور عالم یہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتھ ڈوبتوں کو بھی بچائے۔

گدڑی میں لعل

ایک شکستہ حال فقیہ[1] کا قاضی شہر کی مجلس میں گزر ہوا۔ وہاں بڑے بڑے علماء و فقہاء کمال تزک و احتشام سے بیٹھے تھے۔ نو وارد فقیہ سادگی سے سب کے برابر جا بیٹھا۔ اس بے چارے کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر قاضی

---

[1] یہ شکستہ حال فقیہ خود شیخ سعدیؒ تھے لیکن انھوں نے بوستاں میں یہ واقعہ اسطرح بیان کیا ہے گویا کسی غیر شخص کی سرگزشت ہے۔ اس سے حکایت کا لطف دوبالا ہو گیا ہے۔

نے تیز نگاہوں سے دیکھا اور میر دربار نے جو لوگوں کو حسبِ مراتب بٹھانے پر مامور تھا اس کے پاس آکر کہا ؎

ندانی کہ برتر مقامِ تو نیست　　　فروتر نشیں یا برو یا بایست

(تو نہیں جانتا کہ تیرا مقام اونچا نہیں ہے پیچھے بیٹھ یا کھڑا رہ) فقیہ خاموشی سے اٹھ کر صف پائیں میں جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد کسی فقہی مسئلہ پر بحث چھڑی۔ اور ہر طرف سے شور و غل کی آوازیں شروع ہوئیں لیکن زیر بحث مسئلہ کسی سے حل ہونے میں نہ آتا تھا اس وقت نووارد فقیہ نے صف پائیں سے للکار کر کہا ؎

کہ برہاں قوی باید و معنوی　　　نہ رگ ہائے گردن بحجت قوی

(اپنی بات کی تائید میں مضبوط اور معقول دلیل پیش کرنی چاہیے بجائے اس کے کہ گردن کی رگیں پھلائی جائیں۔)

سب لوگ فقیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس نے اس خوبی اور وضاحت سے اس مسئلہ کو بیان کیا کہ چاروں طرف سے تحسین و آفریں کی آوازیں آنے لگیں یہاں تک کہ قاضی مسند سے اٹھ کر فقیہ کے پاس آ بیٹھا اور اپنی پگڑی اتار کر اس کے سامنے رکھ دی پھر معذرت کرتے ہوئے کہا۔

کہ ہیہات قدرِ تو نشناختم　　　بشکرِ قدومت نپرداختم

دریغ آمدم با چنیں مایۂ　　　کہ بینم ترا در چنیں پایۂ

(افسوس کہ میں تیرا مرتبہ نہ جان سکا اور تیری تشریف آوری کا شکریہ ادا نہ کر سکا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس علم و فضل کے ہوتے ہوئے تجھے ایسی کمتر جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں)

اب میر دربار بھی فقیہ کی دلداری کے لیے اس کے پاس گیا اور چاہا کہ قاضی کی پگڑی اس کے سر پر رکھ دے فقیہ نے اسے جھڑک کے کہا یہ غرور کا اوزار مجھے نہیں چاہیے۔ اسے پہن کر لوگ مجھے آقا اور بڑا صدر کہہ کر پکاریں گے تو وہ مجھے حقیر معلوم ہوں گے اور پھٹے پرانے کپڑے والوں پر میں بھی تمھاری طرح ناک بھوں چڑھاؤں گا۔

خرد باید اندر سر مرد و مغز نباید مرا چوں تو دستار نغز

انسان کے سر میں عقل اور دماغ چاہیے۔ تیری طرح مجھے اچھی پگڑی نہیں چاہیے اسی طرح اور بہت سے طعن اور ملامت کے الفاظ کہہ کر فقیہ وہاں سے چل دیا۔ اور ساری مجلس پر بڑی دیر تک سناٹا چھایا رہا۔

حسد سے بدبختی دور نہیں ہوتی

میں نے ایک خشک دماغ آدمی کو دیکھا جو ایک صاحب رتبہ کی عیب جوئی کر رہا تھا۔ میں نے کہا اے جناب اگر آپ بدبخت ہیں تو نیک بخت انسان کا کیا قصور ہے؟

بے عمل عالم

کسی دانا سے لوگوں نے پوچھا کہ بے عمل عالم کس سے مشابہ ہے اس نے کہا بے شہد کی بھڑ سے۔

زنبور درشت بے مروت راگوئی بارے چو عسل نمید ہی نیش مزن

سخت مزاج بے مروت بھڑ سے کہو کہ جب تو شہد نہیں دیتی تو ڈنگ بھی نہ مار۔

درویش کی دعا

ایک درویش دعا میں کہہ رہا تھا کہ اے خدا بدوں پر رحمت کر اس لیے کہ نیکوں پر تو نے خود ہی (پہلے ہی) رحمت کی ہے۔ کہ ان کو نیک پیدا کیا ہے۔

پوچھنے میں ذلت نہیں ہے

امام محمد غزالی رح سے لوگوں نے پوچھا کہ علوم میں آپ اتنے بلند مرتبہ پر کیسے پہنچے۔ انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ میں نہیں جانتا تھا اس کے پوچھنے میں میں نے ذلت نہ سمجھی۔

قیامت کے دن حسب ونسب نہیں پوچھا جائے گا

میں نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ اے فرزند قیامت کے دن تجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے (دنیا میں) کیا کیا یہ نہ پوچھا جائے گا۔ کہ تیرا نسب کیا ہے۔

بھوکے کے لیے روکھی سوکھی روٹی بھی نعمت ہے

ایک بھوکا پیاسا درویش ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں کا مالک بڑا سخی اور اہل علم وفضل قدر دان تھا۔ بہت سے علماء و فضلاء اس کے دامن دولت سے

وابستہ تھے اور سخی امیر کی قیام گاہ پر اکثر ان کی محفلیں جمتی تھیں۔ درویش کے آنے سے پہلے ایسی ہی ایک محفل وہاں جمی ہوئی تھی۔ وہ بے چارہ چپکے سے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اہل محفل میں سے ایک نے اس سے مذاق میں کہا کہ میں آپ اصحاب کی طرح عالم و فاضل نہیں ہوں میری طرف سے تو بس ایک شعر سن لیجیے۔ سب نے کہا شوق سے فرمایئے اس نے کہا ؎

من گرسنہ در برابر سفرۂ ناں ہمچو عزبم بر در حمام زناں

میں فاقہ زدہ روٹی کے دسترخوان کے پاس ایسا ہی ہوں جیساکہ کوئی بدوں بیوی کا کوئی شخص عورتوں کے حمام کے دروازہ پر ہو۔

وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ بیچارہ بھوکا ہے فوراً اس کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا۔ اور جو کچھ حاضر تھا اس پر لاکر رکھ دیا گیا۔ درویش کھانے میں مشغول ہوا تو میزبان نے کہا اگر آپ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں تو کیا اچھا ہو میرے نوکر بھنے ہوئے کوفتے تیار کر رہے ہیں۔ درویش نے سر اٹھایا اور ہنس کر کہا ؎

کوفتہ بر سفرہ من گو مباش کوفتہ انان تہی کوفتہ است

(اگر میرے دسترخوان پر کوئی کوفتہ نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فاقہ زدہ تھکے ہوئے کے لیے تو روکھی روٹی بھی کوفتہ ہے۔)

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ صنعا (یمن) میں میرا ایک فرزند فوت ہو گیا۔ یہ لڑکا نہایت خوبصورت تھا اور مجھے اس سے انتہا درجہ کی محبت تھی

اس کی وفات سے مجھ پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا اور میں حواس باختہ ہو گیا۔ اسی حواس باختگی کے عالم میں اپنے فرزند دلبند کی قبر پر پہنچا اور قبر کا ایک تختہ اکھاڑ کر لختِ جگر کو دیکھنا چاہا۔ لیکن ہولناک منظر دیکھ کر لرزہ براندام ہو گیا۔ اور غش کھا کر گر پڑا۔ ہوش میں آیا تو فرزندِ دلبند کو زبان حال سے یہ کہتے سنا ؂

گرت وحشت آمد ز تاریک جائے　　　بہش باش و در روشنائی در آئے

شبِ گور خواہی منور چو روز　　　ازیں جا چراغ عمل بر فروز

(اگر تجھے تاریک جگہ سے وحشت ہوئی ہے تو ہوشیار رہ اور روشنی لے کر آ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ قبر کی رات دن کی طرح روشن ہو تو اسی جگہ عمل کا چراغ روشن کر لے۔)

دکھ اور سکھ، عزت اور ذلت سب اللہ کی طرف سے ہے

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شام کے ایک شہر میں کہرام بپا ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا سپاہی ایک پارسا کو پکڑ کر لے گئے ہیں میں اس مردِ حق کو قید خانے میں ملنے گیا۔ تو دیکھا کہ وہ نہایت اطمینان سے وہاں بیٹھا ہے اور اس کے چہرے پر ملال یا تردد کا نام و نشان تک نہیں میں نے اس سے پوچھا کہ آپ اس قدر مطمئن کیوں ہیں اس نے کہا:۔

اگر عز و جاہ است گر ذل و قید　　　من از حق شناسم نہ از عمرو زید

بخور ہرچہ آید ز دستِ حبیب　　　نہ بیمار دانا تر است از طبیب

خواہ عزت اور مرتبہ ہو یا ذلت اور قید، میں اسے اللہ کی طرف

سے سمجھتا ہوں نہ کہ عمر و زید کی طرف سے۔ محبوب کے ہاتھ سے جو ملے کھا لو کیونکہ بیمار طبیب سے زیادہ دانا نہیں ہوتا۔

اللہ کے عفو کی کوئی حد و حساب نہیں

ایک شرابی نشہ کی حالت میں مسجد کے حجرے میں گھس گیا اور رو رو کر دعا مانگنے لگا اے پروردگار مجھے بہشت میں لے جانا۔ مسجد کے موذن نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا کہ اے ناپاک کتے مسجد میں تیرا کیا کام تونے کونسی نیکی کی ہے کہ بہشت کا طلب گار ہے۔ شرابی رو پڑا اور کہا کیا تجھے اس بات پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ ایک گنہگار اللہ کے لطف و کرم کا امیدوار ہو۔ میں تجھ سے تو مغفرت نہیں چاہتا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور خدا دستگیر ہے مجھ کو تو شرم آتی ہے کہ میں رب کریم کے عفو کے مقابلہ میں اپنے گناہ کو بڑا سمجھوں۔

کسی کی شکل و صورت پر طعنہ زنی نہ کرو

ایک شخص کا رنگ سیاہ تھا ایک دن کسی نے اس کی سیاہ رنگت پر پھبتی کسی۔ اس نے اسے ایسا دندان شکن جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا کہا کہ

نہ من صورتِ خویش خود کردہ ام
کہ عیبم شماری کہ بد کردہ ام
ترا با من از زشت رویم چہ کار
نہ آخر منم زشت و زیبا نگار

(میں نے اپنی صورت خود نہیں بنائی ہے تو اسے میرا عیب گن رہا ہے گویا میں نے کوئی برا کام کیا ہے تجھے میری بدصورتی سے کیا مطلب آخر برے اور اچھے نقش بنانے والا میں تو نہیں ہوں۔)

مخلوق کی بجائے اللہ کے سامنے شرمسار ہونا چاہیے

ایک نیک آدمی ایک بدکار شخص کے پاس سے گزرا۔ وہ نیک آدمی کے پاؤں کو لپٹ گیا۔ اور کہا کہ آپ جیسے نیک آدمی سے مجھے شرم آتی ہے۔ اس روشن ضمیر نے خشم ناک ہو کر کہا اے جوان تجھے اپنے آپ سے شرم نہیں آتی کہ اللہ موجود ہے اور مجھ سے شرما رہا ہے تجھے کسی شخص سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جا بس خدا کی طرف دھیان لگا۔

چنان شرم دار از خدا وند خویش

کہ شرمت ز بیگانگانست و خویش

اپنے پروردگار سے اس طرح شرما جس طرح تجھے اپنے اور بیگانے سے شرم آتی ہے۔

نواں باب

بکھرے موتی

دانا مشرق کے اقوال زرّیں

(۱)

اپنا راز دوست سے کبھی نہ کہو خواہ دوست مخلص ہو کیا خبر کہ ایک دن وہ دشمن بن جائے۔ اسی طرح ہر وہ تکلیف جو تم دشمن کو پہنچا سکتے ہو نہ پہنچاؤ۔ شاید یہی دشمن ایک دن تمھارا دوست بن جائے۔

(۲)

دو انسان ملک اور دین کے دشمن ہیں۔ ایک وہ بادشاہ جس میں حلم بردباری نہ ہو اور دوسرا وہ عابد جس میں علم نہ ہو۔

(۳)

دو دشمنوں کے درمیان تمھارا وتیرہ ایسا ہونا چاہیے کہ کل کو اگر وہ دوست بن جائیں تو تمھیں شرمسار نہ ہونا پڑے۔

(۴)

تین چیزوں کو بقا نہیں ہے مال کو تجارت کے بغیر علم کو بحث کے بغیر اور ملک کو تدبیر کے بغیر۔

(۵)

علم دین کی خدمت اور اشاعت کے لیے ہے نہ کہ دنیا کمانے کے لیے۔

(۶)

بدکار عالم ایک اندھا ہے جس کے ہاتھ میں مشعل ہو۔

(۷)

دو آدمیوں نے بے فائدہ تکلیف اٹھائی اور بیکار کوشش کی ایک وہ جس نے مال جمع کیا اور نہ کھایا دوسرا وہ جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہ کیا۔

(۸)

ملک کا جمال (رونق) داناؤں سے ہے اور دین کا کمال پرہیزگاروں سے بادشاہ داناؤں کی نصیحت کے اس سے زیادہ محتاج ہیں۔ جس قدر دانا بادشاہوں کے تقرب کے۔

(۹)

جو راز تو چھپانا چاہتا ہے کسی سے نہ کہہ خواہ دوست ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اس دوست کے بھی دوست ہونگے اور اسی طرح سلسلہ چل نکلے گا۔ بات پھیل جائے گی۔

(۱۰)

نہ اتنی سختی کرو کہ لوگ تم سے بیزار ہو جائیں اور نہ اتنی نرمی کہ تم پر دلیر

ہو جائیں۔

(۱۱)

جو شخص اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے اور خوشامد پسند کرتا ہے پرلے درجے کا بیوقوف ہے۔

(۱۲)

ہر انسان اپنی عقل کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے بچے کو خوبصورت۔

(۱۳)

جو آدمی اچھے وقتوں میں بھلائی نہیں کرتا وہ برے وقتوں میں دکھ اٹھاتا ہے۔

(۱۴)

جو چیز جلد حاصل ہوتی ہے دیر تک نہیں ٹھہرتی۔

(۱۵)

بہت سے کام صبر سے نکلتے ہیں اور جلد باز منہ کے بل گرتا ہے۔

(۱۶)

جو شخص بروں کی صحبت میں بیٹھتا ہے کبھی سکھ نہیں پاتا۔

(۱۷)

دشمن کو حقیر مت جانو (دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد)

(۱۸)

جس کا حساب پاک ہے اس کو محاسبہ سے کیا ڈر (آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ پاک)۔

(۱۹)

استاد کی سختی باپ کے پیار سے بہتر ہے (جورِ استاد بہ ز مہرِ پدر)۔

(۲۰)

بہت کھانے والا بہت ذلیل ہوتا ہے (ہر کہ بسیار خور است بسیار خوار)

(۲۱)

جہاں پھول ہے وہاں کانٹا ہے (ہر جا کہ گل است خار است)

(۲۲)

مشک وہ ہے جو اپنی خوشبو سے اپنا پتہ خود دے نہ کہ عطار بتائے کہ یہ مشک ہے۔

(۲۳)

اگر روزی کا انحصار عقل پر ہوتا تو نادان سے بڑھ کر کوئی مفلس اور قلاش نہ ہوتا۔

(۲۴)

بداصل نیکیوں کا اثر قبول نہیں کرتے۔

(۲۵)

اگر کسی چارپائے پر چند کتابیں لدی ہوں تو وہ محقق ہو جاتا ہے اور نہ دانش مند۔

(۲۶)

دس آدمی ایک دسترخوان پر کھا لیتے ہیں لیکن دو کتے ایک مردار پر گذارا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح لالچی ایک دنیا حاصل کر کے بھی بھوکا ہے اور قناعت کرنے والا ایک روٹی سے بھی سیر ہو جاتا ہے۔

(۲۷)

لوگوں کو ستانے والے سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے۔ اس لیے کہ مصیبت کے وقت اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔

(۲۸)

نادان کے لیے خاموشی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر وہ یہ بات جان لیتا تو نادان نہ رہتا۔

(۲۹)

جو شخص اپنے سے بڑے عالم سے اس لیے بحث کرے کہ لوگ اس کو عالم سمجھیں تو وہ سمجھ لیں گے وہ جاہل ہے۔

(۳۰)

لوگوں کے چھپے عیب ظاہر نہ کرو کیونکہ تو ان کو ذلیل کرے گا اور خود کو بھروسے کے ناقابل۔

(۳۱)

جس نے علم حاصل کیا اور عمل نہ کیا وہ اس آدمی کی مانند ہے جس نے ہل چلایا اور بیج نہ بکھیرا۔

(۳۲)

یہ ضروری نہیں کہ جو آدمی بظاہر نیک ہے اس کی سیرت بھی اچھی ہو معاملہ کا تعلق باطن سے ہے نہ کہ چھلکے سے۔

(۳۳)

جو بزرگوں سے لڑتا ہے وہ خود اپنا خون گراتا ہے۔

(۳۴)

شیر سے پنجہ آزمائی کرنا اور تلوار پر مکا مارنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

(۳۵)

جو نصیحت نہیں سنتا اس کا ارادہ ملامت سننے کا ہے۔

(۳۶)

عورتوں سے مشورہ لینا تباہی ہے اور مفسدوں پر بخشش کرنا گناہ۔

(۳۷)

جو عقلمند جاہلوں سے لڑے وہ عزت کی توقع نہ رکھے۔

(۳۸)

موتی اگر کیچڑ میں گر جائے تو بھی قیمتی ہے اور گرد اگر آسمان پر چڑھ جائے تو بھی بے قیمت ہے۔

(۳۹)

جس کو ایک مدت میں دوست بنائیں مناسب نہیں کہ اس کو ایک لمحہ میں رنجیدہ کر دیں۔

(۴۰)

جو سخی کھائے اور دے اس عبادت گذار سے بہتر ہے جو لے جائے اور جمع کرے۔

(۴۱)

گناہ جس سے بھی صادر ہو برا ہے اور علماء سے اس کا صادر

ہونا تو بہت ہی بُرا ہے اس لیے کہ علم شیطان سے لڑنے کا ہتھیار ہے اور ہتھیار بند کو جب اسیر کر لیتے ہیں تو وہ زیادہ شرمندہ ہوتا ہے۔

(۴۲)

بے نماز کو قرض مت دو خواہ فاقہ سے اس کا منہ کھلا ہوا ہو اس لیے کہ جو خدا کا فرض ادا نہیں کرتا اسے تیرے قرض کی فکر بھی نہ ہو گی۔

(۴۳)

جو زندگی میں لوگوں کو روٹی نہیں کھلاتا جب وہ مر جاتا ہے تو لوگ اس کا نام بھی نہیں لیتے۔

(۴۴)

دو باتیں عقل کے خلاف ہیں ایک مقسوم رزق سے زیادہ کھانا دوسرے مقررہ وقت سے پہلے مرنا۔

(۴۵)

بدعقیدہ شاگرد مفلس عاشق کی مانند ہے۔ رستہ کی پہچان نہ رکھنے والا مسافر بے پر کا پرندہ ہے۔ بے عمل عالم بے پھل کا درخت ہے اور جاہل عبادت گزار بغیر دروازے کا گھر ہے۔

(۴۶)

گنہگار جو دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے مغرور عبادت گذار سے اچھا ہے۔

(۴۷)

شاہی خلعت اگرچہ قیمتی ہے لیکن اپنا پرانا لباس اس سے زیادہ باعزت ہے اور بڑوں کا دستر خوان اگرچہ لذیذ ہے مگر اپنی جھولی کے ٹکڑے اس سے زیادہ مزیدار ہیں۔

(۴۸)

جو بدوں کی صحبت میں بیٹھے اگرچہ ان کی عادت اختیار نہ کرے بُرا ہی کہلائے گا۔ جیسا کہ کوئی شخص شراب کی بھٹی پر جا کر نماز پڑھے تو وہ شراب خوار ہی کہلائے گا۔

(۴۹)

نفس پرور سے ہنر پروری نہیں ہو سکتی اور بے ہنر سرداری کے لائق نہیں۔

(۵۰)

نیک انجام فقیر بد انجام بادشاہ سے بہتر ہے۔

(۵۱)

اگر تجھے میری بُری عادت ناگوار ہے تو تو اپنی اچھی عادت ہاتھ سے نہ جانے دے۔

(۵۲)

سونا کان سے کان کنی کے بعد نکلتا ہے اور بخیل کے ہاتھ سے جان کنی کے بعد۔

(۵۳)

جو کمزوروں پر رحم نہیں کرتا وہ زبردستوں کے ظلم میں پھنستا ہے۔

(۵۴)

بادشاہوں کو وہی شخص نصیحت کر سکتا ہے جس کو نہ سر کا خوف ہو نہ زر کی تمنا۔

(۵۵)

دو شخص مر گئے اور حسرت ساتھ لے گئے ایک تو وہ جس نے جمع کیا اور نہ کھایا۔ دوسرا وہ جس نے جانا اور عمل نہ کیا۔

(۵۶)

خداوند کریم دیکھتا ہے اور پردہ پوشی کرتا ہے۔ لیکن ہمسایہ بن دیکھے شور مچاتا پھرتا ہے (تہمتیں لگاتا ہے)

(۵۷)

کائنات میں انسان بظاہر اشرف المخلوقات ہے اور کتا اَذِلّ (ذلیل ترین) موجودات۔ لیکن عقلمندوں کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ حق شناس کتا ناشکرے آدمی سے بہتر ہے۔

(۵۸)

جو آدمی سوچ کر بات نہیں کرتا وہ اس کے جواب پر بگڑتا ہے۔

(۵۹)

عاجزوں کا حال وہی جانتا ہے جو خود اپنے حالات میں عاجز

آگیا ہو جو راحت اور عیش میں جیا اسے کیا معلوم کہ بھوکے پر کیا بیتی ہے۔

(۶۰)

اگر کوئی ہنر رکھتا ہے تو دکھا نسب نہ دکھا اس لیے کہ پھول کانٹوں میں ہے اور حضرت ابراہیمؑ آزر سے پیدا ہوئے۔

(۶۱)

زبان کٹا ہوا اور گوشہ تنہائی میں بہرا گونگا بن کر بیٹھا ہوا انسان اس سے بہتر ہے جس کی زبان قابو میں نہ رہے۔

(۶۲)

دو باتیں خلافِ عقل ہیں بولنے کے وقت چپ رہنا اور چپ رہنے کے وقت بولنا۔

(۶۳)

حسین چہرہ کو بناؤ سنگھار کرانے والی کی ضرورت نہیں ہے۔ ع

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

(۶۴)

تجھے اگر دوسروں کی تکلیف کا احساس نہیں ہے تو تُو اس قابل نہیں کہ تجھے آدمی کہا جائے۔

(۶۵)

لالچی کے لیے اپنا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے اگر کھل گیا تو پھر سختی سے بند نہ ہو گا۔

(۶۶)

سچائی خدا کے راضی ہونے کا سبب ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ سیدھے راستے پر چلتے ہوئے بھٹک گیا ہو۔

(۶۷)

دوست وہی ہے جو دوست کی پریشان حالی اور عاجزی میں مدد کرے

(۶۸)

زمانے کی گردش سے دل شکستہ ہو کر نہ بیٹھ اس لیے کہ صبر اگرچہ کڑوا ہے لیکن اس کا پھل میٹھا ہے۔

(۶۹)

امیر اور وزیر اور بادشاہ کے دروازہ کا بغیر کسی وسیلہ کے چکر نہ کاٹ۔

(۷۰)

اگر بڑائی چاہتے ہو تو بخشش کرو کیوں کہ جب تک دانہ نہ بکھیرو گے وہ نہ اُگے گا۔

(۷۱)

بوجھ اٹھانے والے گدھے اور بیل لوگوں کو ستانے والے انسانوں سے بہتر ہیں۔

(۷۲)

نصیبہ اور دولت ہنرمندی کی وجہ سے نہیں ہے یہ محض تائید آسمانی

کی بدولت ہے۔

(۷۳)

وہ پارسا جو مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں وہ قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(۷۴)

اگر کوئی مانگنے والا عاجزی سے تجھ سے مانگے تو اس کو دے دے ورنہ کوئی ظالم زور سے لے لے گا۔

(۷۵)

اگر مالدار بننا چاہتے ہو تو سوائے قناعت کے کچھ طلب نہ کرو کہ یہی سب سے عمدہ دولت ہے۔

(۷۶)

جس عالم کا صرف کہنا ہی کہنا ہو (خود اس پر عمل نہ کرے) وہ جو کچھ کہے گا اس کا اثر کسی پر نہ ہو گا۔

(۷۷)

مال کی زکوٰۃ نکالتے رہو اس لیے کہ جب باغبان انگور کی بے کار شاخیں تراش دیتا ہے تو اس پر زیادہ انگور آتا ہے۔

(۷۸)

کسی عزیز دوست کے سامنے بد نصیبی کی وجہ سے منہ بگاڑ کر نہ جا ورنہ تو اس کا جینا بھی تلخ کر دے گا۔ ضرورت میں بھی اگر تو جائے، تو شگفتہ رو

اور ہنستا ہوا جا اس لیے کہ ہنس مکھ آدمی کا کام نہیں رکتا۔

(۷۹)

جو ذات تجھے مال دار نہیں بنا رہی وہ تیری مصلحت تجھ سے بہتر جانتی ہے۔

(۸۰)

اگرچہ کوئی بے موت نہ مرے گا۔ لیکن تو اژدہوں کے منہ میں نہ جا (یعنی مصیبت کو خود دعوت نہ دے۔)

(۸۱)

چیونٹیوں میں جب اتفاق ہو جاتا ہے تو وہ غضبناک شیر کی کھال اتار لیتی ہیں۔

(۸۲)

اگرچہ انسان مقدر سے زیادہ رزق نہیں کھا سکتا لیکن تلاش میں سستی نہ کرنی چاہیے۔

(۸۳)

اپنا غم دشمنوں سے نہ کہو اس لیے کہ وہ خوش ہوتے ہوئے لاحول پڑھیں گے۔

(۸۴)

اگر بد قسمتی سے تیرا مال چوری ہو جائے تو حوصلہ سے کام لے کیوں کہ خواہ تو عاجزی کرے خواہ فریاد چور یہ مال واپس نہ کرے گا۔

(۸۵)

ہر بات میں بحث کرنا جائز نہیں ہوتا بڑوں کی غلطی پکڑنا غلطی ہے۔

خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

(۸۶)

جس کو بچپن میں ادب نہ سکھاؤ گے بڑے ہو کر اس میں بھلائی نہ ہوگی۔

(۸۷)

جو اپنوں کے ساتھ وفا نہیں کرتا۔ داناؤں کے نزدیک وہ اور کسی کا دوست بھی نہیں ہوتا۔

(۸۸)

آدمیت جوانمردی اور مہربانی کا نام ہے حسین شکل وصورت کا نام نہیں۔

(۸۹)

دنیا کمانا ہنر نہیں ہے اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ہی کسی کا دل جیت لے۔

(۹۰)

کمزور پر زور کرنا شرافت نہیں ہے کیونکہ جو پرندہ چیونٹی سے دانہ چھینے وہ کمینہ ہوتا ہے۔

(۹۱)

شر پھیلانے والا خود بھی شر میں مبتلا ہوتا ہے۔

(۹۲)

جو نصیحت غرض سے خالی ہو کڑوی دوا کی طرح مرض کی دافع ہے۔

(۹۳)

فقیر کی ستر پوشی کر تا کہ خدا کا پردہ تیرا ستر پوش ہو۔

(۹۴)

برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے اگر تو جوانمرد ہے تو برائی کا بدلہ احسان سے دے۔

(۹۵)

جس کا لباس پاک اور عادات ناپاک ہے اس کے لیے دوزخ کے دروازے کے لیے کنجی کی ضرورت نہیں۔

(۹۶)

اگر تو اپنے آپ کو نیکوں میں گنتا ہے تو تو بد ہے اس لیے کہ خدائی میں خودی نہیں سماتی ہے۔

(۹۷)

شیریں کلامی اور نرم زبانی غضبناک انسان کے غضب کی آگ پر پانی جیسا اثر کرتی ہے۔

(۹۸)

جس کے سر میں غرور ہو اس کے بارے میں ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ سچی بات سن لے گا۔

(۹۹)

اگر تو ہنر مند ہے تو غم نہ کر اس لیے کہ تجھے زمانہ ضائع نہ کرے گا۔

(۱۰۰)

جسم کی طاقت خوراک سے نہ سمجھ اس لیے کہ اللہ کی مہربانی

تیری پرورش کرتی ہے۔

(۱۰۱)

اگر تیری کوشش سے کوئی بہتر بات سامنے آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سمجھ نہ کہ اپنی کوشش سے۔

(۱۰۲)

اگر برائی تجھے ناپسند ہے خود نہ کر پھر پڑوسی سے کہہ کہ نہ کرے۔

(۱۰۳)

دشمن کا مشورہ ماننا خطا لیکن سننا روا ہے۔

(۱۰۴)

اگر کام زر سے نکل سکے تو جان کو خطرے میں نہ ڈالو۔

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U74437

ہماری مطبوعات

اقبالیات

- روزگارِ فقیر — اوّل دوم مکمل سٹ
  (علامہ اقبالؒ کی سرگزشت) — سید وحید الدین فقیر
- اقبالؒ اور محبتِ رسولؐ — ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی
- علامہ اقبالؒ اور قرنِ اولیٰ کے مسلمان مجاہدین — سید عبدالصبور طارق
- اقبالؒ کا تصورِ دین — پروفیسر شفیق الرحمٰن ہاشمی

خواتین کے لیے کردار ساز کتابیں

- حضرت عائشہؓ
  (جلال الدین سیوطی، عباس محمود العقاد)
- تجلّی — شاہ بلیغ الدین
- قرآنی خواتین — سطوت ریحانہ
- اسوۂ حسنہ — بنت الاسلام
- خواتین اور دینی مسائل — سید ابوالاعلیٰ
- اوصافِ حمیدہ — عبدالغنی فاروق
- اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار — نعیم صدیقی

دلچسپ اور نصیحت آموز

حکایاتِ سعدی
صفائی کے آداب
کھانے پینے کے آداب
کیا کریں کیا نہ کریں
اطاعتِ رسولؐ
قرآن اور سائنس

تاریخ، سوانح، ثقافت و جمالیات

- حضرت ابوبکر صدیقؓ — محمد حسین ہیکل
- حضرت عثمان بن عفانؓ — محمد حسین ہیکل
- تعلیماتِ امام غزالیؒ — مولانا محمد حنیف ندوی
- حضرت علیؓ فاتحِ خیبر — علی اصغر چوہدری
- آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے — طالب الہاشمی
- افغانستان کے پہلے مرد مجاہد سید جمال الدینؒ افغانی — شاہد حسین رزاقی
- مشرقی یورپ میں مسلمانوں کا عروج و زوال — فیض احمد شہابی
- تاریخ اسلام — ڈاکٹر حمید الدین
  (مکمل ایک جلد میں)
- کتابِ زندگی — ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
- مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل — سید عبدالصبور طارق

مذہب تصوف

- ذخیرۃ الملوک — سید امیر کبیر علی ہمدانی
- ویدک دھرم اور اسلام — سید اخلاق حسین
- اسلام، مسلمان اور غیر مسلم — یوسف قرضاوی
- مسلکِ اعتدال — ڈاکٹر موسیٰ موسوی
  (حضرت علیؓ کے اقوال کی روشنی میں)
- اسلام کا نظامِ تربیت — محمد قطب
- اسلامی ریاست — سید ابوالاعلیٰ
- تقدیر و مشیتِ الٰہی کی حقیقت قرآن کی روشنی میں — سید ابوالاعلیٰ

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۱۷۸۱، حوض سوئی والان، نئی دہلی ۲۰۰۰۰۲